اسلامی غلامی

(انسانیت بمقابلہ اسلام)

انسانیت کو تڑپتا دیکھ کر بھی،
فقط ناموسِ مذہب کی خاطر

کہیں انسانیت کا اپنے ہاتھوں سے
گلا تو گھونٹ نہ ڈالیں گے؟

فہرست

انسانیت کے نام لیوابمقابلہ مذہب.................................6
قرآن میں مالک کو باندیوں سے سیکس کی اجازت...............8
اسلام میں کنیز باندی کا ریپ حلال اللہ ہے.........................9
یہود و نصاریٰ میں کنیز باندی کے ساتھ سلوک اسلام کی بہ نسبت ہزار گنا بہتر تھا...11
اسلامی غلامی کہیں بدتر تھی اہل کتاب کی غلامی سے........13
مذہبی اخلاقیات کا "الٹا سفر"(خراب سے بدترین کی جانب)13
وہ مقام جہاں محمد صاحب نے موسوی شریعت کو چھوڑ کر جاہل عرب معاشرے کے قوانین کو شریعتِ اسلامیہ کا حصہ بنایا..........15
قیدی عورتوں/بچیوں کو اسی رات ریپ اور سیکس سروس کا نشانہ بنانا کہ جس دن انکے باپ، بھائی، شوہروں اور بیٹوں کو قتل کیا گیا ۔۔۔ ظلم عظیم...17
صحابہ کا معمول تھا کہ وہ قید میں آئی چھوٹی بچیوں کو اسی رات ریپ کا نشانہ بناتے تھے...20
نیا مالک فقط ایک دفعہ خون سے پاک ہونے کے بعد کنیز کا ریپ شروع کر سکتا ہے:...25
باندی سے سیکس کرنے میں کسی "گواہ" کی ضرورت نہیں، چاہے اپنی باندی سے کرے یا دوسرے کی باندی سے.........................27
مالک ایک ایک کر کے باندی کو اپنے تمام بھائیوں اور غلاموں کے حوالے کر سکتا تھا جو اس کا ریپ کرتے تھے.................................28
دو یا اس سے زیادہ مالکوں کا اپنی مشترکہ کنیز کو ریپ کرنا:.28
باندی عورت بمقابلہ بھیڑ بکریاں:.....................................30

خریدتے ہوئے باندی عورت کے نازک نسوانی اعضاء کو ایسے ٹٹولنا جیسے بھیڑ بکریوں کو خرید سے قبل ٹٹولا جاتا ہے..........30

اسلام نے باندی عورتوں کو ننگے سینوں کے ساتھ معاشرے میں یہ کہہ کر گھومے پرمجبور کیا کہ انکا ستر فقط ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے 33

سن 1964 میں سعودی عرب کی ویڈیو جہاں باندی کو سینوں کو ننگا کر کے اسے بیچا جا رہا ہے..39

مسلم اعتراض: باندی کے ننگے سینے والی روایات صحیح بخاری اور مسلم میں موجود نہیں...39

پردہ صرف آزاد مسلمان عورت کا "حق و شرف" تھا ، اور باندی عورت کے زبردست استحصال کا ذریعہ تھا.......................................41

رسول صاحب کا غیر مردوں کی نامحرم باندیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر مدینہ میں گھومنا..49

حجاب لینے پر عمر ابن الخطاب کا کنیز باندیوں کو سوٹیوں سے مارنا 50

جنوبی ہندوستان میں نچلی ذات کی عورتوں پر چھاتیاں ڈھانپنے کی پابندی اور ان پر ٹیکس (ایسے ہی جیسے کہ عمر ابن خطاب نے باندی عورتوں کے ساتھ کیا)..54

باندیوں کے لیے نماز میں بھی حجاب نہیں تھا...................55

تو پھر اللہ اس کا ذمہ دار کیوں نہیں ٹھرتا؟........................56

مسلم عذر: باندی کام کاج کے لیے ہوتی تھی اس لیے اسکا پردہ نہیں تھا..57

چند ماہ کے چھوٹے بچے کو باندی ماں سے علیحدہ کر کے بیچ ڈالنا 58

چھوٹی کنیز بچیوں کو بازاروں سے خرید کر مالکوں کا ان چھوٹی بچیوں کا ریپ کرنا...62

اسلام میں پیدائشی غلامی کی لعنت...............................64

مالک کی مرضی ہے وہ جب چاہے غلام سے اسکی بیوی چھین کر اسکا ریپ شروع کر دے..68

اسلام کا ظلم: مالک چاہے تو باندی سے پیدا ہونے والے اپنے ہی بیٹے/بیٹی کے نسب سے انکار کر کے انہیں ولد الحرام (حرامزادہ) بنا دے.69

آخر اللہ (یعنی محمد صاحب) کو باندی سے بچے کے نسب کے انکار کی ضرورت کیوں پیش آئی؟..72

اسلام میں غلاموں/باندیوں کو محبت کرنے اور خاندان کا "انسانی حق" حاصل نہیں تھا...73

بیویوں کا سیکس کے لیے تبادلہ نہیں کیا جا سکتا، مگر باندیوں کا سیکس کے لیےتبادلہ بھی درست ہے...............................75

اسلام نے بوڑھے قیدیوں کو قتل کروا دیا، کیونکہ وہ بطور غلام کام کاج نہیں کر سکتے تھے...76

مالک اپنے غلام کو مار مار کر قتل کر دے تب بھی مالک پر کوئی حد نہیں 77

غلاموں کی گواہی قابل قبول نہیں..................................80

اگر غلام نے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کی تو زنا کے جرم میں اسے کوڑے مارے جائیں گے..81

غلاموں کے فرار روکنے کے لیے اسلام کے ظلم کی وہ انتہا کہ جہاں کوئی دوسرا نہ پہنچ پایا...82

محمد صاحب نے تمام غلاموں کو آزاد کرنے والی وصیت کو نہیں مانا، بلکہ مالک کو انتہائی بری بات کہی...84

غلام کے تمام مال اور ترکے پر مالک کا حق ہے.......................85

انسانی تاریخ میں غلامی کے خلاف 200 کے قریب بڑی تحریکیں، مگر ایک بھی مسلم تحریک نہیں...86

اسلام عذر خواہ: مغرب کے انسانیت کے علمبرداروں نے فقط اس لیے غلامی کا خاتمہ کیا کیونکہ مشینی انقلاب آ چکا تھا اور غلاموں کی ضرورت نہ رہی تھی...87
عراق میں غلامی: کیا داعش قصور وار؟..............................88
وارننگ: اسلامی ریاست قائم ہوتے ہی غلامی دوبارہ جاری ہو جائے گی 89
باندی کا ریپ کروا کے مالک کا پیسہ کمانا..........................90
اسلام میں غلامی کے قوانین یہود و نصاری کے کلچر اور عرب کلچر کا ملغوبہ تھے...94
منکرِ حدیث قرآنسٹ حضرات سے مکالمہ...........................95
اسلام ریپ کی جانے والی باندیوں کی تعداد پر ہی پابندی لگا دیتا96
ابن بطوطہ: ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کا ہندو شہزادیوں کو باندی بنا کر انکا ریپ کرنا..98
مسلمانوں کے پیش کردہ بہانوں کا تجزیہ:...........................98
مسلم دعوی: صرف اسلام نے آ کر غلاموں سے اچھے سلوک کا حکم دیا...98
مسلم دعویٰ: صرف اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی 99
مسلم دعوی:اسلام نے سب سے پہلے مکاتبت کے ذریعے غلام آزاد کیے 101
مسلم دعویٰ: اسلام نے آ کر پہلی مرتبہ Debt Slavery کا خاتمہ کیا 102
مسلم دعوی: آیت 4:25 باندی کا ریپ نہیں بلکہ اس سے صرف "نکاح" کرنے کی اجازت دیتی ہے..102
مسلم دعوی: اسلام نے آ کر پہلی مرتبہ “ام الولد” باندی کو آزادی دی 104

مسلم دعویٰ : اسلام نے غلامی کا "بتدریج خاتمہ" کیا تھا 110
مسلم دعویٰ : اسلام نے سوائے جنگوں کے، بقیہ غلامی کے راستے بند کر دیے...111
مسلم دعویٰ: اسلام نے غلاموں کو ہیجڑہ بنانے کی اجازت نہیں دی 112
مسلم دعویٰ : مسلمانوں کا قیدی عورتوں کا باندی بنا کر سیکس کرنا ان عورتوں کو پروٹیکشن مہیا کرنا تھا.........................112
مسلم دعویٰ : ہزاروں کنیزوں کی تجارت اسلام کا قصور نہیں بلکہ امراء کا قصور تھا...114
مسلم دعویٰ : شریعت میں غلامی "حکم" نہ تھا بلکہ "اجازت" تھی 114
مسلم دعویٰ : قرآن نے غلامی ختم کرنے کے لیے حکم دیاکہ قیدیوں کو احسان کر کے یا پھر فدیہ کے کر آزاد کر دو (آیت 47:4)....115
مسلم عذر: بنو المصطلق اور قبیلہ ہوازن (حنین) کے قیدیوں کو بطور احسان رہا کیا گیا...119
مسلمانوں کو چیلنج: بنو قریظہ یا خیبر یا دیگر بے تحاشہ قبائل والوں کو بطور احسان رہا کیوں نہیں کیا گیا؟........................122
محمد صاحب نے ماریہ کو بطور "احسان" رہا کیوں نہیں کیا؟123
مسلم دعویٰ : نبی کا قیدی عورتوں کا باندی بنا کر ریپ کروانا انسانی جرم نہیں، کیونکہ دوسری اقوام بھی یہی کرتی تھیں......124
مسلم دعویٰ : غلام کو بلاوجہ تھپڑ مارنے پر اسے آزاد کرنا پڑتا ہے 125
مسلم دعویٰ : مشرکہ (غیر کتابیہ) باندی سے مالک سیکس نہیں کر سکتا...136
مسلم دعویٰ : ابن تیمیہ کے مطابق کنیز باندی اپنے سینے ننگے نہیں رکھ سکتی بلکہ صرف ہاتھ، چہرہ اور سر کھلا رکھ سکتی ہے137

مسلم دعوی: ابن حیان، ابن قطان، ابن قدامہ، ابن حزم، ابن تیمیہ اور امام مالک نے باندیوں کے ننگے سینوں کا انکار کیا ہے.....142
مسلم دعویٰ : اسلام نے غلاموں کو انسانی حقوق دیے...144
مسلم دعویٰ: باندی کا مکاتبت کے ذریعے آزاد نہ ہونا دلیل ہے کہ مسلمان مالک باندی کی مرضی سے ہی اس سے سیکس کرتا ہے 144
ماڈرن مسلمان عذر خواہوں کا بہانہ: ہم غلاموں اور باندیوں کے متعلق احادیث کو نہیں مانتےکیونکہ وہ قرآن مخالف ہیں.........146
مسلم عذر خواہ:بائیبل(Old Testament) میں عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر دیا گیاتو پھر جنگی قیدی عورتوں کے ساتھ انکا سلوک اسلام سے بہتر کیسے؟...150
اگر غلامی کا خاتمہ ممکن نہ تھا، تو کم از کم اسلام انہیں یہ 'بنیادی انسانی حقوق' ہی دے دیتا...151
پیغام:...157

انسانیت کے نام لیوابمقابلہ مذہب

اسلام عذر خواہ بہانہ بناتے ہیں کہ خدا نے غلامی کو اس لئے ختم نہیں کیا کیونکہ اُس زمانے میں یہ ممکن نہیں تھا۔ تو ان عذر خواہوں کو انسانیت کے نام لیوا عظیم سپوتوں کو دیکھنا چاہیے:

•اسلام کی آمد سے ایک ہزار سال قبل ہی (جب معاشرہ زیادہ تاریکی میں ڈوبا تھا) مہاتما بدھ نے مذہب کے نام پر نہیں، بلکہ فقط "انسانیت" کے نام پر غلاموں کا دکھ محسوس کرتے ہوئے غلامی کے خلاف تعلیمات دیں اور جب انکے پیروکار اشوکا کو حکومت ملی تو اگرچہ کہ وہ جنگی قیدیوں کی غلامی کو ختم نہیں کر پایا، مگراس نے غلاموں کی تجارت اور انکی نیلامی کے بازاروں پر مکمل پابندی لگا دی ۔ **اور یہ تجارت اور غلامی کے بازاروں پر پابندی وہ کارنامہ ہے جو کہ محمد صاحب دور دور تک اپنے دور میں حاصل کر سکے اور نہ ان کے بعد آنے والے مسلمان اگلے 1400 سالوں میں۔ بلکہ پھر 900 سال بعد مسلمان ہندوستان پر قابض ہوئے اور انہوں نے پھر سے ہندوستان میں غلامی کے بازاروں اور انکی تجارت کو جاری کر دیا (لنک)۔**

اشوکا کے بعد بھی اصلاحات کا عمل جاری رہا اور بعد میں آنے والی بدھ حکومتوں نے صرف اپنی عقل اور انسانیت کے جذبے کے تحت غلامی کے نظام کو مضارعت (مزدوری Serfdom) کے نظام میں تبدیل کر ڈالا (لنک)، اور یہ بھی وہ کارنامہ ہے جو کہ محمد صاحب اور مسلمان اپنی 1400 سالہ تاریخ میں دور دور تک انجام نہ دے پائے۔

•پھر اسلام سے 600 سال قبل ہی چین میں XIN Dynasty نے کسی مذہبی خدا کی تعلیمات کے نتیجے میں نہیں، بلکہ فقط انسانیت کے نام پر غلامی کا خاتمہ کیا (لنک)۔

•ایران کے بادشاہ سائرس اعظم (کوروش اعظم) کا زمانہ تو مہاتما بدھا سے بھی قبل کا ہے۔مگر اس نے بھی فقط انسانیت کے نام پر ہی

غلامی کے خاتمے کے لیے بے تحاشہ کام کیا (لنک)۔ حتیٰ کہ یہودیوں نے اپنی کتابوں میں خود ایران کے اس بادشاہ کی غلامی اور انسانیت کے حوالے سے بھرپور تعریفیں کرتے ہوئے لکھا:

Cyrus was praised in the Tanakh (Isaiah 45:1–6 and Ezra 1:1–11) for the **freeing of slaves, humanitarian equality** and costly reparations he made.

Reference: https://en.wikipedia.org/wiki/Cyrus_the_Great

پھر انیسویں صدی میں امریکہ اور یورپ میں انسانی شعور مذہب کی زنجیریں توڑ کر بہت حد تک آزاد ہو چکا تھا اور کلیسا کی جابرانہ طاقت ختم ہو چکی تھی۔ چنانچہ امریکہ اور یورپ مذہب کی قید سے آزاد ہونے کے بعد اس قابل ہو سکے کہ انسانی عقل کی مدد سے کسی بھی طرح کے خدا سے پاک ایک مکمل "غیر مذہبی" نظام تشکیل دے سکیں جس میں وہ ایک بار پھر “انسانیت” کے نام پر پوری دنیا سے غلامی کا مکمل خاتمہ کر سکیں۔

•ماڈرن "غیر مذہبی" دنیا میں سب سے پہلے قانونی طور پر غلامی برطانیہ اور فرانس میں ختم ہوئی۔ ان ممالک میں 1833 میں مردوں اور عورتوں کی خرید و فروخت پر پابندی لگادی گیئ۔

•انڈیا میں 1843 میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک آرڈیننس کے ذریعے غلامی پر مکمل پابندی عائد ہوگئی۔

•امریکہ نے 1865 میں اس پر سینٹ سے منظوری کے بعد پا بندی عائد کردی۔

•لیگ آف نیشنز جو جنگ عظیم سے قبل اقوام متحدہ کی جگہ کام کررہی تھی اس نے ایک کنونشن کے تحت 1926 میں مردوں اور عورتوں کی خرید و فروخت پر مکمل پابندی کا قانون منظور کیا۔

•سعودی عرب اور یمن اسلامی شریعت کے تحت اس قبیح فعل کو جاری رکھے ہوئے تھے۔لیکن قاہرہ میں 1950 کے انسانی حقوق کنونشن کے بعد ان پر دباو بڑھا اس کے علاوہ حکومت برطانیہ کابھی

پریشر تھا۔ لہذا 1962 میں سعودی عربیہ اور یمن سے غلامی کا خاتمہ ہوگیا۔

- دنیا میں سب سے آخر میں غلامی سے چھٹکارا پانے والا افریقہ کا مسلم ملک موریطانیہ ہے جہاں 2007 میں غلامی سے انسانوں کو مکمل نجات حاصل ہوئی۔

یہ مسلمان ممالک غلامی کے خاتمے کے اس قدر خلاف اس لیے تھے کیونکہ ان کے نزدیک شریعت نے غلامی کو "حلال اللہ" قرار دیا ہے، اور شریعت بنانے کا حق صرف اللہ کو ہے، اور اس لیے شریعت کے احکامات قیامت تک تبدیل نہیں ہو سکتے۔ سعودی مفتیوں کا فتویٰ ہے کہ غلامی پر پابندی صرف عارضی ہے اور اُس وقت تک ہے جب تک اسلامی ریاستیں کمزور ہیں۔ جیسے ہی اسلامی ریاست مضبوط ہوتی ہے، اس پر فرض ہو گا کہ وہ غیر مسلموں پر جہاد جاری کرے۔ اور جہاد کے نتیجے میں دشمن کی جتنی عورتیں اور بچے قیدی بنائے جائیں گے، وہ غلام بن جائیں گے۔ چنانچہ جہاد جاری ہوتے ہی ایک مرتبہ پھر سے غلامی کا ادارہ متحرک ہو جائے گا۔

آج اس صدی کے انسانیت کے عالمی شعور نے غلامی کا مکمل خاتمہ کر کے مذہب کو مکمل "شہہ مات" دے دی ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ انسانی عقل و شعور اسکی رہنمائی کسی بھی ہزاروں سال پرانے الہامی مذہب سے کہیں بہتر کر سکتے ہیں۔

قرآن میں مالک کو باندیوں سے سیکس کی اجازت

> (قرآن 23:6)" اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیویوں سے یا وہ جو ان کی ملکیت ہیں (یعنی کنیز باندیاں)۔ ان سے مباشرت کرنے سے انہیں ملامت نہیں۔"

> (قرآن 4:3)"اور اگر ڈر ہو کہ ان (بیویوں)کے درمیان عدل نہ کرسکوگے تو ایک ہی بیوی رکھو، یا پھر لونڈیاں جو تمھاری ملکیت میں ہوں"،

(قرآن 33:50)”اے پیغمبر ہم نے تمہارے لیے تمہاری بیویاں جن کو تم نے ان کے مہر دے دیے ہیں حلال کردی ہیں اور تمہاری لونڈیاں جو اللہ نے تم کو (کفار سے بطور مال غنیمت) دلوائی ہیں ... (اے پیغمبر) ان کے سوا اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کرو خواہ ان کا حسن تم کو(کیسا ہی) اچھا لگے مگر وہ (باندیاں) جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔ “

اسلام میں کنیز باندی کا ریپ حلال اللہ ہے

•ہمیں آپ کو اسلام کا وہ نظام دکھانا ہے کہ جہاں ایک باندی لڑکی کو مالک متعہ کی طرح کے "عارضی جنسی تعلق" میں ریپ کرتا تھا، اور پھر ہوس پوری ہو جانے پر اپنے بھائی کے حوالے کر دیتا کہ وہ اسکا ریپ کرے۔ اور جب ایک ایک کر کے سارے بھائی اس باندی لڑکی کو"عارضی جنسی تعلق" میں ریپ کر کے اپنی جنسی ہوس پوری کر لیتے تھے، تو پھر شریعت کے مطابق باندی کو نئے مالک کو بیچ دیا جاتا تھا جو ایک بار پھر اس کا ریپ شروع کرتا تھا، اور دل بھر جانے پر پھر اسے تیسرے مالک کو ریپ کے لیے بیچ دیتا تھا۔

صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب حکم العزل (لنک)، اور صحیح بخاری، کتاب القدر (لنک) اور صحیح بخاری، کتاب التوحید (لنک):

صحابی ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ جنگ کے بعد چند خوبصورت عرب عورتیں انکے قبضے میں آئیں اور صحابہ کو انکی طلب ہوئی کیونکہ وہ اپنی بیویوں سے دور تھے۔ مگر ساتھ ہی ساتھ میں صحابہ چاہتے تھے کہ وہ ان کنیز عورتوں کوفدیے میں بیچ کر انکی اچھی قیمت بھی حاصل کریں۔ چنانچہ صحابہ نے عزل سے کام لیا [یعنی سیکس کرتے وقت اپنے عضو تناسل

باہر نکال کر منی گرائی تاکہ وہ عورتیں حاملہ نہ ہو سکتیں اورانکو بیچنے پر اچھی قیمت مل سکے]۔ پھر انہوں نے اللہ کے رسول سے اسکے متعلق پوچھا تو رسول اللہ نے فرمایا (ہاں، عزل کی اجازت ہے) مگر اگر کسی روح کو پیدا ہونا ہے تو وہ پیدا ہو کر رہے گی۔

نوٹ: محمد صاحب نے ابتدا میں 'عزل' کو ایک بچے کو زندہ دفن کر دینے کے برابر قرار دیا تھا۔ لیکن بعد میں جب مسلمانوں کو مدینے میں طاقت حاصل ہوئی، اور جنگوں میں انہیں قیدی عورتیں بطور باندیاں ہاتھ آئیں، تو محمد صاحب نے اپنے ساتھیوں کی جنسی خواہشات اور تاوان کے پیسے کی لالچ کو پورا کرنے کے لیے عزل کو حلال قراردے دیا۔ یہ ایک بہت بڑا "تضاد" تھا۔ محمد صاحب کو بھی اپنے اس متضاد احکامات کا احساس تھا اور اسی تضاد سے پیچھا چھڑانے کے لیے وہ آخر میں یہ عذر پیش کر رہے ہیں کہ: "...لیکن تم عزل کرو یا نہ کرو، اگر کوئی بچہ پیدا ہونا ہو گا تو وہ پیدا ہو جائے گا"۔ اگر آپ دلچسپی رکھتے ہیں تو مزید تفصیلات یہاں پڑھ سکتے ہیں (یہاں).

مزید برآں، محمد نے مالک کو اجازت دی کہ وہ اپنی باندی لڑکی کو اپنے بھائیوں، غلاموں، یا حتیٰ کہ مہمانوں کو عارضی جنسی تعلقات کے لیے ایک ایک کر کے دے سکتا ہے۔

تفسیر در منثور، آیت 23:6 کی شرح میں یہ روایت موجود ہے (لنک):

وأخرج عبد الرزاق عن عطاء قال: كان يفعل يحل الرجل وليدته لغلامه، وابنه، وأخيه، وأبيه، والمرأة لزوجها، ولقد بلغني أن الرجل يرسل وليدته إلى ضيفه.

عبد الرزاق نے عطا کی سند سے روایت کیا کہ انہوں نے کہا: یہ ایک عام طریقہ تھا کہ ایک آدمی اپنی غلام لڑکی کو اپنے غلام، بیٹے، بھائی، اور والد کے لیے حلال (اجازت دی) کرتا تھا۔ اور عورت (اپنی غلام لڑکی کو) اپنے شوہر کے لیے حلال کرتی تھی۔

> بے شک مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک شخص اپنی غلام عورت کو اپنے مہمان کے پاس بھیجتا تھا۔

مزید براں، اسلام نے مالک کے لیے یہ گھناؤنا جرم بھی حلال اللہ بنا دیا کہ اگر اسے اپنے غلام کی باندی بیوی پر شہوت آ جائے تو وہ ان دونوں کو جدا کر کے اس کی بیوی سے عارضی جنسی تعلق قائم کر سکتا ہے۔

صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب 25:

> وَقَالَ أَنَسٌ: {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ} ذَوَاتُ الأَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ إِلاَّ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ لاَ يَرَى بَأْسًا أَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ.
>
> ترجمہ: انس رضی اللہ عنہ نے کہا: قرآن کی آیت : "وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ" کا مطلب ہے کہ دیگر آزاد شادی شدہ عورتیں تمہارے لیے حرام ہیں، مگروہ شادی شدہ باندی عورتیں نہیں جو تمہاری باندیاں ہیں (اور تم ان کے مالک ہو)۔ چنانچہ کوئی حرج نہیں ہے اگر ایک آدمی (مالک) اپنی (شادی شدہ) غلام باندی کو اپنے مرد غلام سے اپنے لیے لے لے۔

[نوٹ: یہ ہمارا ترجمہ ہے، کیونکہ Sunnah.Com باب 25 کا صرف عربی متن فراہم کرتا ہے، لیکن اس کا انگریزی یا اردو ترجمہ نہیں کرتا]

یہود و نصاریٰ میں کنیز باندی کے ساتھ سلوک اسلام کی بہ نسبت ہزار گنا بہتر تھا

یہودی و نصارٰی میں بھی غلامی کی لعنت موجود تھی۔ مگر اس لحاظ سے وہ اسلام سے ہزار گنا بہتر تھے کہ انہیں قیدی عورت سے باقاعدہ بیاہ کرنا پڑتا تھا جس کے بعد اس کی حیثیت باقاعدہ بیوی جیسی ہو جاتی تھی کہ جسے وہ آگے ریپ کے لیے کسی اپنے کسی بھائی کے حوالے کر سکتے تھے اور

نہ کسی غلام کے اور نہ ہی کسی دوسرے مالک کو بیچ سکتے تھے۔ بلکہ اس قیدی/باندی عورت کی حیثیت انکی دائمی بیوی کی طرح ہو جاتی تھی جسے وہ آزاد تو کر سکتے تھے مگر آگے نہیں بیچ سکتے تھے۔ اسلام نے یہ بیہودگی عرب کے کفار کلچر سے لی۔

دیکھئے بائیبل جہاں کنیز عورت کے متعلق احکامات بیان ہو رہے ہیں:

> استثنا، باب 21 (لنک):
> جب تُو اپنے دشمنوں سے جنگ کرنے کو نکلے اور خداوند اُن دشمنوں کو تیرے ہاتھ میں کر دے اور تُو اُنکو اسیر کر لائے۔ اور اُن اسیروں میں سے کسی خوبصورت عورت کو دیکھ کر تُو اُس پر فریفتہ ہو جائے تو تو اُسکو بیاہ لے۔ اور اُسے اپنے گھر لے آنا اور وہ اپنا سر منڈوائے اور اپنے ناخن ترشوائے۔ اور اپنی اسیری کا لباس اُتار کر تیرے گھر میں رہے اور ایک مہینہ تک اپنے ماں باپ کے لیے ماتم کرے ۔ اِسکے بعد تُو اُسکے پاس جا کر اُسکا شوہر ہونا اور وہ تیری بیوی بنے ۔ اور اگر وہ تجھ کو نہ بھائے تو جہاں وہ چاہے اُسکو جانے دینا لیکن روپے کی خاطر اُسکو ہر گز نہ بیچنا اور اُس سے لونڈی کا سا سلوک نہ کرنا اِس لیے کہ تُو نے اُسکی حرمت لےلی ہے ۔

یہی حال مہاتما بدھا کے پیروکار اشوکا اعظم کا تھا جس نے غلاموں کی تجارت اور بازاروں پر پابندی لگا دی تھی اور یہ ممکن ہی تھا کہ متعہ جیسے عارضی جنسی تعلق کے بعد مالک اپنی باندی کو کسی اور شخص کو بیچ کر اس کا ریپ کروا سکے۔

نوٹ: مہاتما بدھا آگناسٹک اور مکمل طور پر non Religious تھے۔ انہوں نے اپنی تعلیمات کسی بھی مذہب سے نہیں لیں، بلکہ اپنے وقت کے تمام مذاہب اور ان کی تعلیمات کا انکار کر ڈالا۔ انہوں نے اپنی تمام تر تعلیمات اپنی انسانی عقل اور سوچ بوجھ کے بعد تشکیل دیں۔

اسلامی غلامی کہیں بدتر تھی اہل کتاب کی غلامی سے

مذہبی اخلاقیات کا "الٹا سفر"(خراب سے بدترین کی جانب)

یہود و نصاری کی مذہبی اخلاقیات قیدی عورتوں کے حوالے سے "خراب" تھیں۔ مگر محمد صاحب کے آنے پر یہ مذہبی اخلاقیات بہتر ہونے کی بجائے "خراب" سے "بدتر" ہو گئیں۔

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ)	اسلام
●اہل کتاب یہود و نصاری بھی کنیز باندی کو اسکی مرضی کے خلاف شادی کرنے پر مجبور کرتے ہیں (یہ 100٪ ریپ ہے)۔ ●لیکن جس کنیز باندی پر دل آئے، اور سیکس کی خواہش پیدا ہو، تو پہلے اس سے بیاہ کرنا پڑتا ہے۔	●کنیز باندی سے شادی کی کوئی شرط نہیں، بلکہ مالک بغیر شادی اور بغیر کنیز کی مرضی کے اسکو ریپ کرے گا۔ چاہے یہ جنگ میں اسیر ہو کر آئے یا پھر بازار میں خریدی جائے، یا پھر ماں اور باپ غلام ہونے کی وجہ سے "پیدائشی" طور پر ہی غلام پیدا ہوئی ہو۔
●پھر گھر لا کر اسے پورے 1 مہینے کی مہلت دینی ہے کہ اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے قتل اور جدائی کا غم منائے اور اس دوران گھر کے	●اسلام نے بے چاری بچیوں کو رونے اور غم منانے کا سرے سے کوئی وقت نہیں دیتا۔ جنگ کے بعد جیسے ہی وہ مسلمانوں میں تقسیم ہوں گی، ویسے ہی مسلمان انکے جسموں سے ہر قسم کے جسمانی مزے (بوس و کنار کرنا، انہیں مشت زنی پر مجبور

ماحول سے بھی کچھ آشنا ہو جائے اور خود کو بالکل اجنبی محسوس نہ کرے۔ ایک دفعہ جب وہ غم سے سنبھل جائے تب ہی اس سے شادی کی جائے۔	کرنا وغیرہ) لے سکتے ہیں۔ لیکن sexual penetration کے لیے حیض ختم ہونے کا انتظار کرنا ہو گا۔ ● صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے جنگ میں قتل کیا۔ مگر پیغمبر اسلام نے جنگ سے واپسی میں راستے میں ہی انکے ساتھ سیکس شروع کر دیا کیونکہ انکا حیض کا خون آنا ختم ہو گیا تھا۔ (صحیح بخاری، کتاب المغازی)
● ایک دفعہ بیوی بن جانے کے بعد وہ اس کنیز باندی کو آگے اپنے کسی بھائی کو ہبہ (تحفہ) نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی اسے آگے کسی نئے آقا کو بیچ سکتے تھے۔ ● اور نہ ہی اسکا نکاح اپنے کسی اور غلام سے کر سکتے تھے۔ واحد صورت یہ تھی کہ وہ اسے آزاد کر دیں۔	● اسلام میں جب مالک کا سیکس کر کر کے کنیز باندی سے دل بھر جاتا تھا، تو وہ اسے اپنے کسی بھائی کو سیکس بالجبر کے لیے ہبہ (تحفہ) کر سکتا تھا۔ اور جب ایک ایک کر کے تمام بھائی اپنی جنسی ہوس مٹا لیں، تو پھر اس کنیز باندی کو دوسرے نئے مالک کو بیچ دیا جاتا تھا، اور وہ ہوس پوری ہونے پر آگے تیسرے مالک کو، اور پھر سیکس بالجبر کا یہ سلسلہ پھر یوں ہی چلتا رہتا تھا۔ ● اگر وہ "ام الولد" بھی ہو جاتی تھی (یعنی مالک کے بچے کی ماں بھی بن جاتی تھی) تب بھی مالک اسے آگے بیچ سکتا تھا، یا پھر اسے اپنے کسی اور غلام یا کسی بھی اور شخص کے نکاح میں دے سکتا تھا۔

●مالک کو یہ اختیار بھی تھا کہ وہ اس سے بطور کنیز باندی کے کام لیتا رہے، یا پھر اسکی بطور باندی خدمات کسی اور کو بیچ دے۔

نوٹ:

یہودی بذاتِ خود مدینہ میں موجود تھے اور عیسائی بھی آس پاس کے علاقوں میں موجود تھے اور ان سے رابطہ تھا۔ مگر اسکے باوجود محمد صاحب/اللہ قیدی عورت کو اتنی عزت بھی نہ دے سکے جو کہ یہود و نصاریٰ نے محمد سے کہیں قبل انہیں دی تھی۔

مسلمان مبلغین دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی پر مرحلہ وار پابندی لگائی۔ مرحلہ وار برائی ختم کرنے کا طریقہ تو یہ ہوتا کہ موسی کے دور میں غلامی کے آداب مقرر ہوتے عیسی کے دور میں غلاموں کو آزاد کرنے کا حکم ہوتا اور محمد صاحب کے دور میں غلام بنانے پہ مکمل پابندی لگا دی جاتی ۔ مگر یہاں تو الٹا ہو رہا ہے کہ جہاں محمد صاحب کے دور میں ظلم اور بڑھ جاتا ہے۔

وہ مقام جہاں محمد صاحب نے موسوی شریعت کو چھوڑ کر جاہل عرب معاشرے کے قوانین کو شریعتِ اسلامیہ کا حصہ بنایا

چونکہ محمد صاحب نے مذہب کا جو دعویٰ کیا تھا، اس کے مطابق وہ یہود و نصاری والے خدا کے ہی نئے نبی تھے، اور چونکہ مدینے میں بنیادی طور پر صرف یہود ہی بستے تھے اس لیے محمد صاحب نے نصاری کے نئے اصلاح شدہ قوانین کو چھوڑ کر یہودی شریعت کو ہی اسلامی شریعت کے نام پر جاری کرنا شروع کر دیا۔ مثلاً ختنہ، سنگسار، عورت کی گواہی، سور پر پابندی، عورت کا سر ڈھانپنا، داڑھی، حیض والی عورت کی روح تک کو ناپاک سمجھنا، وغیرہ وغیرہ۔

مگر جہاں محمد صاحب کو معاشی فائدہ زمانہ جاہلیت کے عربوں کے قوانین میں نظر آیا، تو وہاں محمد صاحب نے موسوی شریعت کو چھوڑ کر جاہل عربوں کے قوانین کی پیروی کی اور اسے شریعتِ اسلامیہ کا حصہ بنایا۔

مثلاً یہود و نصاری کے مطابق (عہد نامہ قدیم، استثنا، باب 21) میں درج ہے کہ جب جنگ میں قیدی عورتیں تمہارے ہاتھ لگیں، تو تم ان کا ریپ نہیں کر سکتے، بلکہ تمہیں باقاعدہ ان سے شادی کرنا پڑے گی، اور پہلے انہیں ایک مہینے کا وقت دینا پڑے گا کہ وہ جنگ میں اپنے پیاروں کے قتل ہونے اور گھر چھوٹنے کا غم منا سکیں۔ اور ایک مرتبہ شادی کرنے کے بعد ان قیدی عورتوں کو آگے بطور باندیاں نہیں بیچا جا سکتا ہے بلکہ ان کی حیثیت بیوی جیسی ہو جاتی ہے۔

مگر پیغمبر اسلام کے احکامات کے مطابق مسلمان مجاہدین قیدی عورتوں کو باندی بنا کر اسی رات ان سے جنسی مزے شروع کر دیتے تھے۔ اگر قیدی چھوٹی بچی یا نوعمر کنواری ہوتی تھی، تو اسی رات اس میں دخول penetration تک کر کے انکا ریپ کرتے تھے۔ لیکن اگر قیدی عورت شوہر دار ہوتی تھی، تو دخول کی اجازت نہ تھی، مگر اس کے علاوہ وہ قیدی عورتوں کو پہلی رات ہی ننگا کر کے ان کے پورے جسم سے بقیہ ہر قسم کے جنسی مزے حاصل کر سکتے تھے، اور انہیں اپنی مشت زنی کے لیے مجبور کر سکتے تھے اور ان کی رانوں میں اپنا عضو تناسل رگڑ کر منی نکال سکتے تھے۔

محمد صاحب نے قیدی عورتوں سے یہ فائدہ اٹھانے کی یہ شریعت زمانہ جاہلیت کے عرب تمدن سے لی کیونکہ اس میں معاشی طور پر زیادہ فائدہ تھا، اور ساتھ میں جنسی ہوس کا کھیل کھیلنے کا پورا موقع تھا۔

چنانچہ یہاں محمد صاحب نے شریعتِ موسوی کو چھوڑ دیا، اور زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کو شریعت کا حصہ بنا ڈالا کہ جس سے انسانیت مزید ذلت کی گہرائیوں میں جا گری۔

قیدی عورتوں/بچیوں کو اسی رات ریپ اور سیکس سروس کا نشانہ بنانا کہ جس دن انکے باپ، بھائی، شوہروں اور بیٹوں کو قتل کیا گیا ... ظلم عظیم

مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ یہ ہے کہ وہ تلوار کے زور پر دوسری قوم کے مردوں کو قتل کر ڈالتے تھے، اور پھر انکی لڑکیوں اور عورتوں کو اپنے باپ، بھائی اور شوہروں کے لاشوں پر رونے بھی نہیں دیتے تھے اور سوائے شرمگاہ کے، اُسی وقت بقیہ جسم کے مزے لینا شروع ہو جاتے تھے اور انہیں سیکس سروس مہیا کرنے کے لیے مجبور کرتے تھے۔

یہ مسئلہ بھی اس لیے شروع ہوا کیونکہ محمد صاحب نے اس معاملے میں یہود و نصاری کی شریعت کو چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا۔

امام احمد بن حنبل کے بیٹے عبداللہ اپنی کتاب مسائل الإمام أحمد میں لکھتے ہیں (لنک):

> حدثنا علي بن عثمان قال حدثنا حماد عن علي بن زيد عن أيوب بن عبدالله اللخمي أن ابن عمر قال وقع في سهمي يوم جلولا جارية كأن عنقها إبريق فضة ، فقال ابن عمر : فما ملكت نفسي حتى وثبت إليها فجعلت أقبلها والناس ينظرون
>
> ترجمہ:
>
> عبداللہ ابن عمر (خلیفہ دوم کے بیٹے اور کبیر صحابی) کہتے ہیں کہ جلولا کی جنگ کے دن میرے حصے میں ایک کنیز باندی آئی۔ اُسکی گردن صراحی کی طرح لمبی گداز تھی۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ مجھے اپنے پر قابو نہ ہوا اور میں اُسی وقت اس پر چڑھ دوڑا اور اسکے بوسے لینا شروع کر دیے جبکہ لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔

امام الکحلانی اپنی کتاب سبل السلام میں اس پر فرماتے ہیں (لنک):

وأعلم أن الحديث دل بمفهومه على جواز الاستمتاع قبل الاستبراء
ترجمہ:
اور جاننا چاہیے یہ حدیث اہم ہے اور کنیز کے استبراء کر کے پاک ہونے سے سے قبل اس سے استمتاع (لذت) اٹھانے کا جواز فراہم کر رہی ہے۔

امام ابو یوسف کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ کے متعلق کہتے ہیں (کتاب المبسوط لنک):

وذكر أبويوسف في الأمالي أن أباحنيفة كان يقول بالقياس ثم رجع إلى الاستحسان فقال ليس عليه أن يستبرئها وهو قول أبي يوسف ومحمد رحمهما الله
ترجمہ:
... امام ابو حنیفہ کہتے ہیں: یہ اُن کے لیے فرض نہ تھا کہ وہ (لذت حاصل کرنے کے لیے) کنیز باندی کو استبراء سے پاک ہونے دیں۔ اور یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد کا ہے۔

اور تو اور، مسلمان تو حاملہ عورتوں کے جسموں سے بھی شہوتیں کرنے سے نہیں چوکتے تھے۔ وہ بے چاری حاملہ عورتوں اپنے مقتول شوہروں کو رونے بھی نہ پاتی تھیں کہ مسلمان ان سے ننگے جسمانی کھیل کھیلنے لگتے تھے۔

امام ابن حجر العسقلانی اپنی کتاب فتح الباری میں نقل کرتے ہیں (لنک):

وقال عطاء لا بأس أن يصيب من جاريته الحامل ما دون الفرج
ترجمہ:
عطاء کہتے ہیں کہ حاملہ کنیز باندی سے لذت حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے سوائے اسکی شرمگاہ کے۔

اور علماء کے مطابق امام بخاری کی فقہ انکی کتاب صحیح بخاری کے عنوانوں (Headings) میں ہے۔

کتاب البیوع میں امام بخاری پھر یہ عنوان دیتے ہیں (لنک):

> باب : اگر لونڈی خریدے تو استبراء رحم سے پہلے اس کو سفر میں لے جا سکتا ہے یا نہیں؟

پھر اس عنوان کے ذیل میں بخاری صاحب لکھتے ہیں:

> ولم ير الحسن بأسا أن يقبلها أو يباشرها. وقال ابن عمر ـ رضى الله عنهما ـ إذا وهبت الوليدة التي توطأ أو بيعت أو عتقت فليستبرأ رحمها بحيضة، ولا تستبرأ العذراء. وقال عطاء لا بأس أن يصيب من جاريته الحامل ما دون الفرج.
>
> ترجمہ:
>
> حسن بصری نے ایسی باندی کا بوسہ یا اس سے مباشرت میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا ہے۔ اور ابن عمر نے کہا کہ ایسی لونڈی ہبہ (تحفہ) کی جائے یا پھر بیچی جائے یا آزاد ہو کہ جس سے صحبت (سیکس) کی جاتی تھی، تو اسے ایک حیض استبراء کرنا ہو گا۔ لیکن کنواری عورت کے لیے کوئی استبراء نہیں ہے۔ اور عطاء نے کہا اگر باندی عورت (پچھلے شوہر/مالک)سے حاملہ ہے تو اس کی شرمگاہ کے سوا اس کے بقیہ پورے ننگے جسم سے لذت حاصل کی جا سکتی ہے۔

نوٹ: استبراء کا مطلب ہے کہ عورت حیض کے بعد خون سے پاک ہو جائے۔ اگر کسی سے سیکس کرنے کے بعد عورت کو اگلی ماہورای (حیض) کا خون نہیں آتا ہے، تو اسکا مطلب ہے کہ وہ سیکس کے نتیجے میں حاملہ ہو گئی ہے۔

صحابہ کا معمول تھا کہ وہ قید میں آئی چھوٹی بچیوں کو اسی رات ریپ کا نشانہ بناتے تھے

علی ابن ابی طالب نے پہلی رات کو ہی ایک قیدی چھوٹی بچی کو خمس کے نام پر حاصل کیا، اور پھر اس کے ساتھ ہمبستری کی:
مسند احمد بن حنبل، حدیث 22967:

> (بریدہ کہتے ہیں کہ) ہم لوگوں نے کچھ قیدی پکڑے اور پھر رسول اللہ کو خط لکھا کہ ہمارے پاس کسی آدمی کو بھیج دیں جو مال غنیمت کا خمس وصول کر لے۔ چنانچہ رسول اللہ نے علی کو ہمارے پاس بھیج دیا۔ ان قیدیوں میں وصیفہ بھی تھی جو قیدیوں میں سب سے خوبصورت تھی۔ علی نے خمس وصول کیا اور پھر اسے (ہم سب میں) تقسیم کر دیا۔ پھر جب علی باہر آئے تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا (یعنی وہ قیدی وصیفہ سے ہمبستری کے بعد غسل جنابت سے فارغ ہوئے تھے)۔ ہم نے اس پر علی کو کہا کہ اے ابوالحسن ! یہ کیا حرکت ہے؟ علی نے کہا تم نے وصیفہ دیکھی تھی جو قیدیوں میں شامل تھی میں نے خمس وصول کیا تو وہ خمس میں شامل تھی پھر وہ اہل بیت نبوت میں آگئی اور وہاں سے آل علی میں آگئی اور میں نے اس سے جماع کیا۔
> حکم: صحیح (لنک)

چونکہ علی نے بغیر استبراء کے وصیفہ سے ہمبستری کی تھی، چنانچہ اس پر اعتراض اٹھا۔ چنانچہ ابن حجر العسقلانی نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھا (لنک):

> وقد استشكل وقوع علی علی الجارية بغير استبراء وكذلك قسمته لنفسه فأما الأول فمحمول على أنها كانت بكرا غير بالغ ورأى أن مثلها لا يستبرأ كما صار إليه غيره من الصحابة

مسائل یہ تھے کہ علی نے بغیر استبراء کے ہی اس باندی سے ہمبستری کر لی تھی، اور پھر علی نے مال غنیمت میں سے اسے اپنے لیے حاصل کر لیا تھا۔ جہاں تک پہلے مسئلے کا تعلق ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ علی نے یہ محول کیا کہ استبراء کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ باندی ایک کنواری اور نابالغ بچی تھی۔ اور یہ بات صحابہ کے معمول کے مطابق تھی۔

ذرا سوچئے کہ ان چھوٹی بچیوں پر کیا گذر رہی ہوتی تھی کیونکہ دن میں انہیں ریپ کرنے والے جہادیوں نے ان کے باپ اور بھائیوں کو ذبح کیا ہوتا تھا، پھر انہیں ان کے گھروں سے نکال کر انہیں لوٹا ہوتا تھا، اور پھر بھیڑ بکریوں کی طرح ان کی مال غنیمت کے نام پر تقسیم کی گئی ہوتی تھی، اور پھر رات کو انہیں ان کی ماوؤں سے بھی چھین کر جدا اور تنہا کر دیا جاتا تھا، اور پھر یہ جہادی زبردستی انہیں برہنہ کر کے ان کے ریپ پر لگ جاتے تھے۔

محمد صاحب نے ان چھوٹی بچیوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح ایک مہینے تک کی مہلت نہ دی کہ وہ بے چاریاں اس دن کی دہشت کے ماحول سے نکل سکیں کہ جس دن انکے باپ اور بھائی قتل کیے گئے۔

اگر کسی خدا کا واقعی کوئی وجود موجود بھی ہے، تو کیا وہ کبھی انسانیت کو ایسے شرمسار کر سکتا ہے؟

بدقسمتی سے مسلمانوں نے اپنی تمام تر شرم و حیا کھو دی ہے۔

مذہبی برین واشنگ نے ان کی انسانیت اور شرم و حیا چھین کر انہیں زندہ لاشیں بنا دیا ہے۔

آج بھی مسلمان مذہب کے ان شیطانی اور حیوانی احکامات پر شرمندہ ہونے کی بجائے الٹا ڈھٹائی سے آگے بڑھ کر قیدی عورتوں اور بچیوں کے ریپ کا ایک بہانے یا دوسرے بہانے دفاع شروع کر دیتے ہیں۔

چھوٹی قیدی بچیوں کا یوں ریپ کرنا پچھلے 1400 سالوں میں آنے والے جمیع مسلمان جہادیوں کا وطیرہ رہا، حتیٰ کہ غیر مذہبی سیکولر تحریک مغرب میں قوت پکڑ کر اس پوزیشن میں پہنچی کہ اس نے زبردستی پوری

دنیا سے غلامی کا خاتمہ کر کے انسانیت کو اس شیطانی اور حیوانی ظلم سے نجات دلائی۔

مسلمانوں کا طرز عمل سمجھئے:

1.پہلے مسلمان جنگ میں مردوں کو قتل کرتے تھے۔

2.پھر دشمن کی تمام عورتوں کو پکڑ کر باندیاں بنا لیتے تھے۔

3.پھر اسی رات جب باندیاں مالِ غنیمت میں تقسیم ہو چکی ہوتی تھیں، تو اگر تو وہ چھوٹی بچی ہوتی تھی یا پھر کنواری لڑکی ہوتی تھی، تو مسلمانوں کو ہر طرح کا سیکس کرنے کی ان سے اجازت ہوتی تھی بشمول دخول کے۔

4.لیکن اگر وہ پہلے سے شوہر دار ہوتی تھیں، تو پھر "دخول" یعنی Sexual Penetration کے لیے انکی پہلی ماہواری ختم ہونے کی شرط تھی۔ لیکن دخول کے علاوہ جہادی صحابہ کو پوری آزادی ہوتی تھی کہ وہ پہلی رات کو ہی انہیں ننگا کر کے انکے ساتھ دیگر ہر قسم کے جسمانی مزے لیں، ان سے مشت زنی کروائیں، یا دیگر طریقوں سے انزال کروائیں اور انہیں سیکس سروس مہیا کرنے کے لیے مجبور کریں۔

5.محمد صاحب پہلی رات کو ہی ان قیدی بچیوں اور عورتوں کو جہادیوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ چنانچہ رات کو وہ جہادی اپنے خیموں میں ان بچیوں اور رسیوں میں جکڑی قیدی عورتوں کے ساتھ **خلوت میں تنہا** ہوتے تھے۔ اس کے بعد ان میں حیوانیت جاگ اٹھے، اور وہ ان قیدی عورتوں کا دخول کے ساتھ ریپ بھی کر ڈالیں، تو اس کا کوئی گواہ نہیں ہوتا تھا، اور بذاتِ خود اسلام ان قیدی عورتوں/باندیوں کو حق ہی نہیں دیتا کہ وہ مالک کے خلاف عدالت میں جا سکیں۔

خود سوچئے، جب آپ نے ان عورتوں کو رسیوں میں جکڑ کر خیموں میں مکمل طور پر انجہادیوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا، تو پھر اس کے بعد ان

جہادیوں کو ہوس کا شیطان بننے سے کون روک سکتا ہے؟ [صحیح بخاری، حدیث 4615 میں ہے کہ جنگ کے دوران چند دنوں کے لیے بھی اپنی بیویوں سے جدائی برداشت نہ کر پائے اور انہوں نے خصی ہو جانا چاہا، جس پر محمد صاحب نے انہیں متعہ کرنے کا حکم دیا۔ تو پھر خود سوچئے کہ پچھلے 1400 سالوں میں آنے والے لاکھوں کڑوڑوں جہادی کہاں برداشت کر پاتے ہوں گے جب عورتوں اور چھوٹی بچیوں کو بیڑیوں میں جکڑ کر، بالکل بے بس کر کے خلوت میں ان کے حوالے کر دیا جاتا تھا؟]۔

نیز کیا آپ کو اسلامی شریعت کے دوغلے معیار بھی نظر آتے ہیں کہ جہاں اگر ایک آزاد عورت اور مرد خلوت میں تنہا ہو جائیں تو یہ گناہ اور جرم بن جاتا ہے، لیکن بیڑیوں میں بندھی قیدی عورتیں اور چھوٹی بچیاں جہادیوں کی خلوت میں ہوں تو جہادی شیطان نہیں بنتے بالکل فرشتے بن جاتے ہیں۔

یاد رہے کہ مسلمانوں نے چند گھنٹے قبل ہی ان عورتوں کے باپوں، شوہروں، بھائیوں، اور بیٹوں کو قتل کیا ہوتا تھا۔ ان عورتوں کو اپنے ان پیاروں کے لیے رونے اور غم منانے کا اسلام اور اللہ کوئی موقع نہیں دیتا تھا اور اسی رات مسلمان ان سے جنسی ہوس پوری کرنا شروع ہو جاتے تھے۔

کنیز باندیوں کے یہ ننگے بازار ، یہ کئی کئی مردوں کے ساتھ سیکس بالجبر کا نظام، یہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ کی زینت اور سوغات ہیں۔ یہود و نصاریٰ بھی اس حمام میں ننگے ہیں اور وہ بھی انسانیت کو لہولہان کرتے دکھائی دیتے ہیں اور خدا کے نام پر قیدی عورتوں کو کنیز بنا کر سیکس بالجبر کرتے تھے، مگر پھر بھی اسلام سے وہ کہیں بہتر تھے اور کنیز عورت کی اتنی تذلیل نہیں کرتے تھے جتنا کہ اسلام 1400 سالوں سے کرتا چلا آ رہا ہے۔

ان بے چاری قیدی عورتوں کی ذہنی حالت کیا ہوتی تھی، اور وہ کیسے اپنے پیاروں کے قتل پر صدمہ کی حالت میں ہوتی تھیں، اس کا ایک نمونہ آپ اس روایت میں پڑھئے:

> "(جنگ کے بعد قیدی عورتوں کی تقسیم کے وقت) حضور نے فرمایا کہ صفیہ (ایک خوبصورت قیدی عورت) کو یہاں لاؤ۔

حضرت بلال بن رابح (موذّن) صفیہ کو لے کر آئے، ان کے ساتھ ایک اور یہودی لڑکی بھی تھی، جب وہ اپنے بھائی بندوں کی لاشوں کے پاس سے گذریں تو اس لڑکی نے دھاڑیں مارتے ہوئے اپنے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیے، اس نے زمین سے مٹی لے کر اپنے بالوں میں ڈال لی، جب حضور نے اس لڑکی کو دیکھا تو انہیں بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا؛ "اس چڑیل کو میری نظروں سے دور کر دو"۔

حوالہ:

تاریخ طبری، جلد 8، صفحہ 122، انگریزی ترجمہ

اپنے پیاروں کے لاشوں پر دھاڑیں مارتے اور اپنے منہ پر تھپڑ مارتے یہ لڑکی اکیلی نہیں ہے، بلکہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں ایسی لاکھوں لڑکیاں اس اذیت سے گذری ہیں۔

مگر صرف اذیت یہاں تک ہی محدود نہ رہی، بلکہ آگے بڑھ کر اسلام نے ان روتی، بلکتی، غم میں نڈھال لڑکیوں کو مزید مجبور کر ڈالا کہ وہ اسی صدمے کی حالت میں، اسی رات جہادی مسلمانوں کے ہاتھوں ریپ کا شکار بھی ہوں، اور انہیں ہر قسم کی سیکس سروس بھی مہیا کریں۔

انصاف سے بتلائیے، کیا انسانیت کی اس سے زیادہ تذلیل بھی ممکن ہو سکتی ہے؟

یہ منظر تصور کرتے ہی روح کانپ گئی، یہ واقعہ لکھتے ہوئے قلم کپکپا گیا، تو سوچئے کہ پھر ان لڑکیوں کی کیا حالت ہوتی ہو گی کہ جنہیں مذہب نے عملی طور پر اس پورے عذاب سے گذرنے پر مجبور کیا؟

نوٹ:

مسلمان سوال اٹھاتے ہیں کہ تاریخ طبری کی اس روایت کی سند صحیح ہے یا نہیں؟

جواباً عرض ہے کہ ان لڑکیوں پر ہوتے اس اذیتناک عذاب کو جاننے کے لیے آپ کو سرے سے کسی بھی روایت کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ آپ کی انسانی

عقل بغیر کسی روایت کے بھی آپ کی مکمل رہنمائی کرے گی کہ ہر ہر جنگ میں اپنے پیاروں کے قتل پر ہر ہر لڑکی یوں ہی رو رہی ہوتی ہے، اور یوں ہی ذہنی صدمے اور اذیت سے گذر رہی ہوتی ہے۔ اور اسلامی شریعت نے قیدی عورتوں کا باندی کے نام پر پہلی رات ہی ریپ حلال کر کے مسلمانوں کو وہ درندہ بنا دیا کہ جس نے ہر ہر جنگ میں فتح پانے کے بعد ان معصوم لڑکیوں کے ساتھ وحشت کا یہ گھناؤنا کھیل کھیلا۔

نیا مالک فقط ایک دفعہ خون سے پاک ہونے کے بعد کنیز کا ریپ شروع کر سکتا ہے:

کنیز کا استبراء فقط ایک مرتبہ خون سے پاک ہونا ہے۔ یعنی اگر وہ 3 دن میں خون سے پاک ہو گئی ہے تو نیا آقا اس سے سیکس کر سکتا ہے۔ صحیح بخاری کی روایت دیکھئے کہ جنابِ صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے قتل کیا، پھر انہیں پکڑ کر باندی بنا لیا، اور جب اسی دن (یا اگلے دن) وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو راستے میں ہی پیغمبر اسلام نے انکے ساتھ سیکس کیا۔

صحیح بخاری کتاب المغازی (لنک):

> جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو خیبر کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کی خوبصورتی کا کسی نے ذکر کیا ‘ ان کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور ان کی شادی ابھی نئی ہوئی تھی ۔ اس لیے حضور نے انہیں اپنے لیے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر حضور روانہ ہوئے ۔ آخر جب ہم مقام سد الصہباء میں پہنچے (جو خیبر سے فقط 14 میل کی مسافت پر تھا) تو صفیہ حیض سے پاک ہوئیں اور حضور نے ان کے ساتھ ہمبستری کی۔

امام عبداللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے) اپنے فقہی رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

> واستبراء الامة في انتقال الملك حيضة انتقل الملك ببيع أو هبة أو سبي أو غير ذلك. ومن هي في حيازته قدحاضت عنده ثم إنه اشتراها فلا استبراء عليها إن لم تكن تخرج.
>
> ترجمہ:
>
> اور ملکیت کی تبدیلی کی صورت میں کنیز باندی کا استبراء ایک حیض (ماہواری) ہے۔ ملکیت تبدیل ہونے کی صورتیں یہ ہیں کہ کنیز باندی کو بیچ دیا جائے، اسے ہبہ (تحفہ) کر دیا جائے، اسے (جنگ میں) پکڑ کر غلام بنایا جائے، یا کسی بھی ایسی اور وجہ سے۔ اگر وہ کنیز لڑکی (چھوٹی) ہے اور نئے مالک کے خریدنے کے بعد اسے ماہواری شروع ہوتی ہے، تو پھر نئے مالک کو (سیکس کے لیے) ایک حیض ختم ہونے کی انتظار کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔۔

چنانچہ اسلام میں باندی عورت کی عدت فقط ایک حیض ہے۔ یعنی ایک مالک نے خون آنے سے قبل سیکس کر کے بیچ دیا، تو اگلے تین چار دنوں میں جیسے ہی وہ خون سے پاک ہوتی ہے تو نیا مالک اس باندی سے سیکس کر سکتا ہے۔

سنن ابو داؤد، نکاح کا بیان (لنک):

> ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اکرم نے اوطاس کی قیدی عورتوں کے متعلق فرمایا: ۔۔ ۔ ان عورت سے اس وقت تک صحبت نہ کی جائے جب تک انہیں ایک دفعہ حیض کا خون نہ آ جائے۔
>
> البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

باندی سے سیکس کرنے میں کسی "گواہ" کی ضرورت نہیں، چاہے اپنی باندی سے کرے یا دوسرے کی باندی سے

مالک کے لیے اپنی باندی سے سیکس کرنے کے لیے کسی نکاح کے صیغے کی ضرورت ہے اور نہ ہی کسی گواہ کی، بلکہ خریدنے کے بعد وہ براہ راست باندی کا ریپ شروع کر سکتا ہے۔

مگر مسئلہ صرف یہاں تک ہی محدود نہیں، بلکہ بے چاری باندی پر مزید ظلم یہ ہے کہ مالک اسے اپنے کسی بھی بھائی یا دوست کو ہبہ (تحفہ) بھی کر سکتا ہے، اور اس بھائی/دوست کو بھی سیکس کے لیے کسی "گواہ" کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ بھی براہ راست باندی کی مرضی کے بغیر اس کا ریپ شروع کر سکتے ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری، جلد 3، صفحہ 268، کتاب الحدود میں ہے (لنک):

خبرِ واحد امورِ دین و معاملات میں کافی ہے۔ اسی واسطے اگر کوئی باندی کسی شخص (یا مہمان) کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے میرا مولا نے تیرے پاس بطور ہدیہ بھیجا ہے، تو اُس باندی کے قول پر اعتماد کر کے اس سے وطی (سیکس) کر لینا حلال ہے۔

اس مسئلے کی وجہ سے باندیوں پر ظلم کی مزید پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ مالکوں نے باندیوں کو "بدکاری" پر مجبور کر دیا، اور کوئی ان مالکوں کو سزا نہیں دے سکتا تھا۔ باندیوں کے اس بدکاری کروانے کے مسئلے کو ہم آگے ہم مزید تفصیل سے پیش کریں گے۔

مالک ایک ایک کر کے باندی کو اپنے تمام بھائیوں اور غلاموں کے حوالے کر سکتا تھا جو اس کا ریپ کرتے تھے

تفسیر در منثور، سورۃ مومنون، آیت 6 (لنک):

> وأخرج عبد الرزاق عن عطاء قال: كان يفعل يحل الرجل وليدته لغلامه، وابنه، وأخيه، وأبيه، والمرأة لزوجها، ولقد بلغني أن الرجل يرسل وليدته إلى ضيفه.
>
> ترجمہ:
>
> عبدالرزاق نے عطا (رح) سے روایت کیا کہ ایسا کیا جاتا تھا کہ کوئی آدمی اپنی باندی کو حلال کردیتا تھا اپنے غلام کے لیے اپنے بیٹے کے لیے اپنے بھائی کے لیے اور اپنے باپ کے لیے جبکہ عورت اپنی باندی اپنے خاوند کے لیے حلال ہوتی اور مجھ کو یہ بات بھی پہنچی ہے کہ مالک اپنی باندی کو اپنے مہمان کی طرف بھی بھیج دیتا تھا۔

دو یا اس سے زیادہ مالکوں کا اپنی مشترکہ کنیز کو ریپ کرنا:

اسلامی نظام میں ایک اور برائی یہ تھی کہ باندی کئی کئی مشترکہ مالکوں کی ملکیت میں بھی دے دی جاتی تھی، اور یہ مالک ہر حیض کے 3 تا 5 دنوں کے انتظار کے بعد اس کا ریپ کر رہے ہوتے تھے۔

مگر ہوتا یہ تھا کہ ایک حیض کے خون کا انتظار کرنے کی بعد بھی شک پیدا ہو جاتا تھا۔ اس شک کی وجہ یہ تھی کہ قدرت کے نظام کے تحت بچہ 9

مہینے کے بعد پیدا ہونے کی بجائے کبھی کبھی وقت سے قبل 6 یا 7 یا 8 مہینے میں ہی پیدا ہو جاتا تھا، یا پھر کبھی دیگر سے 10 مہینے کے بعد جا کر ڈلیوری ہوتی تھی۔

چنانچہ محمد صاحب نے اس کا حل یہ نکالا کہ ان 2 تا 5 مالکوں کو اس بچے کا مشترکہ "آفیشلی" باپ قرار دے دیا۔

فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، صفحہ 162، لنک) میں ہے:

> ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے اور اس میں بچہ ہوا اور دونوں نے دعویٰ کیا تو دونوں سے اس کا نسب ثابت ہو گا (یعنی اس بچے کے آفیشلی 2 باپ ہوں گے)۔

اسی فتاویٰ عالمگیری (جلد 6، صفحہ 173، لنک) میں ہے:

> امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں: اگر باندی تین یا چار یا پانچ مالکوں میں مشترک ہو اور سب نے ایک ساتھ اسکے بچے کا دعویٰ کیا تو وہ سب کا بیٹا قرار دیا جائے گا اور سب سے اسکا نسب ثابت ہو گا ... امام محمد (حنفی) نے زیادات میں فرمایا ہے کہ ایک باندی دو شخصوں میں مشترک ہے ان کے مالک ہونے کے وقت سے چھ مہینے یا زیادہ میں وہ بچہ جنی اور اس بچہ کی ولادت سے چھ مہینے یا زیادہ میں دوسرا بچہ جنی پس دونوں مولیٰ (مالکوں) میں سے ایک نے کہ کہ چھوٹا میرا بچہ ہے اور بڑا میرے شریک (مالک) کا ہے۔ پس اگر شریک نے اس کی تصدیق کی تو چھوٹے بچہ کا نسب اس کے مدعی سے ثابت ہو گا اور باندی اسی کی ام ولد ہو گی۔

فتاویٰ عالمگیری فقہ حنفی کی مستند فقہی کتاب ہے اور آج بھی تمام دیوبندی اور بریلوی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اسے 500 سنی علماء نے اورنگزیب عالمگیر کے حکم پر جمع کیا تھا۔

اسکا مقابلہ اب یہود و نصاری سے کیجئے جنہوں نے قیدی عورتوں کے ریپ پر پابندی لگا دی اور شادی کی شرط رکھ دی، جس کے بعد قیدی عورت کی حیثیت مستقل بیوی کی تھی اور اسے آگے نہیں بیچا جا سکتا تھا۔

اگر مسلمانوں نے ناموسِ مذہب کی خاطر انسانیت کا گلا مکمل طور نہیں گھونٹ ڈالا، اور انسانیت کی ذرا سے رمق بھی ان میں باقی ہے، تو وہ بتلائیں کہ اس ظلم کے بعد وہ پھر کیسے دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلام باندیوں کو حقوق دیے؟

اسے حقوق دینا نہیں، بلکہ حقوق چھینا کہتے ہیں۔

اسے ظلمِ عظیم کہتے ہیں۔

اسے انسانیت کو لہولہان کرنا اور اسکی موت کہتے ہیں۔

باندی عورت بمقابلہ بھیڑ بکریاں:



خریدتے ہوئے باندی عورت کے نازک نسوانی اعضاء کو ایسے ٹٹولنا جیسے بھیڑ بکریوں کو خرید سے قبل ٹٹولا جاتا ہے

اسلام کی 1400 سالہ تاریخ یہ ہے کہ لاچار و بے بس بچیوں اور لڑکیوں کو سرِ بازار تقریباً ننگا کر کے سینکڑوں ہزاروں شہوت برساتے مردوں کے سامنے بھیڑ بکریوں کی طرح کھڑا کر دیا جاتا تھا۔ اور پھر خریدار آگے بڑھ کر بھیڑ

بکریوں کی طرح ہی ان بے بس لڑکیوں کے ننگے جسموں بشمول نازک نسوانی اعضاء کو ٹٹولتے تھے۔

امام بیہقی نے اپنی کتاب سنن الکبریٰ میں روایت نقل کی ہے (لنک):

عن نافع ، عن ابن عمر " أنه كان إذا اشترى جارية كشف عن ساقها ووضع يده بين ثدييها و على عجزها

ترجمہ:

نافع نے صحابی ابن عمر سے روایت کی ہے: جب بھی ابن عمر کو کنیز خریدنی ہوتی تھی، تو وہ پہلے اس کنیز کے معائینے کے لیے پہلے اسکی ٹانگیں دیکھتے تھے اور پھر ہاتھوں سے اسکی چھاتیوں اور کولہوں کے ابھاروں کو پرکھتے تھے۔

سعودی مفتی اعظم البانی نے اس روایت کو 'صحیح' قرار دیا ہے (لنک)۔

مصنف عبد الرزاق میں ہے (لنک):

13204 عبد الرزاق ، عن ابن عيينة قال : وأخبرني ابن أبي نجيح ، عن مجاهد قال : " وضع ابن عمر يده بين ثدييها ، ثم هزها " .

ترجمہ:

ابن عمر نے باندی کی چھاتیوں کے درمیان ہاتھ رکھا، اور انہیں جھنجھوڑا۔

حکم: کسی محدث نے براہ راست اس پر حکم نہیں لگایا، مگر بعینہ یہی سند (ابن عینیہ - ابن ابی نجیح - مجاہد - ابن عمر) صحیح بخاری، حدیث 72 اور صحیح مسلم، حدیث 7100 کے ضمن میں موجود ہے، جو اسے بخاری اور مسلم کی شرائط پر "صحیح" بناتی ہے۔

اور مصنف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت ہے (لنک):

نا علي بن مسهر عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر أنه كان إذا أراد أن يشتري الجارية وضع يده على أليتيها أو بين فخذها وربما كشف عن ساقيها

ترجمہ:

ابن عر جب باندی خریدنا چاہتے، تو وہ اپنا ہاتھ اس کے کولہوں پر رکھتے، اور اس کی رانوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھتے، اور اسکی ٹانگیں ننگی کرتے۔

حکم: صحیح (البانی)

مصنف عبدالرزاق میں شعبی سے روایت ہے (لنک):

13207 عبد الرزاق ، عن الثوري ، عن جابر ، عن الشعبي قال : " إذا كان الرجل يبتاع الأمة ، فإنه ينظر إلى كلها إلا الفرج " .

ترجمہ:

... شعبی کہتے ہیں: اگر کسی مرد کو کنیز خریدنی ہے، تو وہ اس کنیز کا پورا جسم دیکھ سکتا ہے سوائے شرمگاہ کےسوراخ کے۔

اور فتاویٰ عالمگیری (جو تمام دیوبندی و بریلوی حنفی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے) میں درج ہے (لنک):

جامع صغیر میں مذکور ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی کنیز باندی خریدنے کا قصد کیا تو کوئی ڈر نہیں ہے کہ وہ اسکی پنڈلیاں و سینہ و دونوں ہاتھ چھوئے اور کھلے ہوئے اعضاء کی طرف دیکھے۔

اور صحابہ ان سرِ بازار برہنہ بکتی ہوئی لاچار کنیز عورتوں کو کیسے بھیڑ بکریوں کی طرح خریدتے تھے، اسکے لیے یہ روایت پڑھئے:

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف میں نقل کیا ہے (لنک):

حدثنا جرير عن منصور عن مجاهد قال : كنت مع ابن عمر أمشي في السوق فإذا نحن بناس من النخاسين قد اجتمعوا على جارية يقلبونها ، فلما رأوا ابن عمر تنحوا وقالوا : ابن عمر قد جاء ، فدنا منها ابن عمر فلمس شيئا من جسدها وقال : أين أصحاب هذه الجارية ، إنما هي سلعة
ترجمہ:
مجاہد کہتے ہیں: میں ابن عمر کے ساتھ غلاموں کے نیلامی والے بازار سے گذر رہا تھا۔ وہاں ہم نے غلاموں کے چند تاجروں کو دیکھا جو کہ ایک کنیز عورت کے گرد جمع تھے اور اسکو جانچنے کے لیے معائینہ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے ابن عمر کو دیکھا تو انہوں نے ابن عمر کو روک لیا اور کہا کہ ابن عمر آئے ہیں۔ پھر ابن عمر اس کنیز عورت کے پاس آئے، انہوں نے اسکے جسم کے کچھ حصوں کو ٹٹولا اور پھر کہا: اس کنیز عورت کا مالک کون ہے؟(اسے خرید لو) یہ (کنیز) ایک قیمتی تجارتی مال ہے۔
حکم:
الشتری نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)
اسامہ ابن ابراہیم نے اس روایت پر "صحیح" کا حک لگایا ہے (لنک)

اسلام نے باندی عورتوں کو ننگے سینوں کے ساتھ معاشرے میں یہ کہہ کر گھومے پرمجبور کیا کہ انکا ستر فقط ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے

اگر باندی عورتوں کو بازاروں میں بیچا نہیں بھی جا رہا ہوتا تھا، تب بھی انہیں ننگے سینوں کے ساتھ بازاروں میں غیر مردوں کے سامنے گھومنے پر

مجبور کیا جاتا تھا، کیونکہ اسلام کی رو سے ان کا ستر فقط ناف سے لے کر گھٹنے تک تھا۔

یہ قانون بھی محمد صاحب نے زمانہ جاہلیت کے عرب معاشرے سے لیا تھا، جبکہ موسوی شریعت کو پھر محمد صاحب نے ٹھکرا دیا تھا، کیونکہ یہود و نصاری اپنی باندیوں کو بھی ننگے سینوں کے ساتھ بازاروں میں نہیں پھراتے تھے۔

جناب محمد عمار خان ناصر صاحب (مدیر ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ) نے کنیز باندی کے ستر پر باقاعدہ ایک مضمون لکھا ہے، جس میں انہوں نے چاروں اہلسنت فقہوں کے فتوے بطور ثبوت دیے ہیں:

فقہ حنفی:

حنفی فقیہ امام جصاص فرماتے ہیں کہ(لنک):

يَجُوزُ لِلْأَجْنَبِيِّ النَّظَرُ إلَى شَعْرِ الْأَمَةِ وَذِرَاعِهَا وَسَاقِهَا وَصَدْرِهَا وَثَدْيِهَا

ترجمہ:

”اجنبی آدمی کسی کی لونڈی کے بال، بازو، پنڈلی، سینہ اور پستان دیکھ سکتا ہے۔“

فقہ مالکی:

مالکی فقہ کی کتاب الشرح الصغیر میں ہے (لنک):

فيرى الرجل من المرأة - إذا كانت أمة - أكثر مما ترى منه لأنها ترى منه الوجه والأطراف فقط، وهو يرى منها ما عدا ما بين السرة والركبة، لأن عورة الأمة مع كل واحد ما بين السرة والركبة - (الجزء الأول، ص 290.)

ترجمہ:

”لونڈی، اجنبی مرد کا جتنا جسم دیکھ سکتی ہے، مرد اس سے بڑھ کر اس کا جسم دیکھ سکتا ہے۔ وہ صرف اس کا چہرہ اور ہاتھ پاوں دیکھ سکتی ہے، جبکہ غیر محرم مرد اس کی ناف

گھٹنوں تک کے حصے کے علاوہ باقی سارا جسم دیکھ سکتا ہے۔

فقہ شافعی:
شوافع کا مختار مذہب بھی یہی ہے (لنک):
المذهب أن عورتها ما بين السرة والركبة (المهذب في فقه الإمام الشافعي ,أبي اسحق الشيرازي، ص 96)

قرطبی اپنی مشہورِ زمانہ تفسیر الجامع لاحکام القرآن میں سورۃ الاعراف کی آیت 26 کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں (لنک):
"وأما الأمة فالعورة منها ما تحت ثدييها ، ولها أن تبدي رأسها ومعصميها . وقيل : حكمها حكم الرجل"
"رہی کنیز تو اس کی شرمگاہ اس کے پستانوں کے نیچے سے ہے، اور وہ اپنا سر اور کلائیاں ظاہر کر سکتی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا حکم مرد کی طرح ہے"

فقہ حنفی:
فقہ حنفی کی مستند کتاب فتاویٰ عالمگیری کے مطابق:
فتاوی عالمگیری ، اردو جلد نہم، صفحہ 44 (کتاب الاکرہیتہ، باب ہشتم، دیکھنے و چھونے کے مسائل):
(1) غیر کی باندی کے ناف کے نیچے سے گھٹنے تک دیکھنا حلال نہیں ہے اور اسکے سوا تمام بدن کی طرف نظر کرنے میں کچھ ڈر نہیں ہے۔
(2) اور غیر کی باندی کا جسقدر دیکھنا حلال ہے، اُسکا چھونا بھی حلال ہے (بشرطیکہ اپنی ذات اور اُس کنیز کی ذات پر شہوت طاری ہونے کا ڈر نہ ہو)۔
(3) شیخ امام شمس الائمہ سرخسی فتوی دیتے تھے کہ غیر

کی باندی کے ساتھ سفر کرنا یا خلوت کرنا حلال ہے۔
(4) اگر باندی کو خریدنے کا قصد رکھتا ہو تو سوائے اسکے پیٹ و پٹھ کے جہاں جہاں دیکھنا حلال ہے، وہاں وہاں اسکو چھو بھی سکتا ہے، چاہے اس میں شہوت ہی کیوں نہ آ جائے۔
(5) اگر کسی شخص نے کوئی باندی خریدنے کا قصد کیا تو کچھ ڈر نہیں ہے کہ اسکی پنڈلیاں و سینہ اور دونوں ہاتھ پورے چھوئے اور کھلے ہوئے اعضاء کی طرف دیکھے۔

مصنف عبد الرزاق کی کتاب الطلاق میں "باب الرجل یکشف الامۃ حین یشتریھا" کے تحت اس حوالے سے صحابہ وتابعین کے متعدد آثار نقل کیے گئے ہیں۔ چند حسب ذیل ہیں (عربی لنک)۔
• سعید ابن المسیب نے کہا کہ لونڈی کو خریدنے کا ارادہ ہو تو شرم گاہ کے علاوہ اس کا سارا جسم دیکھا جا سکتا ہے۔
• شعبی نے بھی کہا کہ شرم گاہ کے علاوہ اس کا سارا جسم دیکھا جا سکتا ہے۔
• ابن مسعود کے شاگردوں میں سے بعض نے کہا کہ ایسی لونڈی کو چھونا اور کسی دیوار کا ہاتھ لگانا ایک برابر ہے۔

مصنف عبد الرزاق (عربی لنک) کے مذکورہ باب کی روایات کے مطابق:

• حضرت علی سے لونڈی کی پنڈلی، پیٹ اور پیٹھ وغیرہ دیکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ کوئی مضائقہ نہیں۔ لونڈی کی کوئی حرمت نہیں۔ وہ (بازار میں) اسی لیے تو کھڑی ہے کہ ہم (دیکھ بھال کر) اس کا بھاو لگا سکیں۔ (عربی متن: عن ابن جريج قال: أخبرني من أصدق عمن، سمع عليا، يسأل عن الأمة تباع أينظر إلى ساقها، وعجزها، وإلى بطنها؟. قال: «لا بأس

بذلك، لا حرمة لها، إنما وقفت لنساومها»)

- عبد اللہ بن عمر کے تلامذہ بیان کرتے ہیں کہ انھیں جب کوئی لونڈی خریدنا ہوتی تو اس کی پیٹھ، پیٹ اور پنڈلیاں ننگی کر کے دیکھتے تھے۔ اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر دیکھتے تھے اور سینے پر پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر دیکھتے تھے۔
- مجاہد کا بیان ہے کہ ایک موقع پر ابن عمر بازار میں آئے تو دیکھا کچھ تاجر لوگ ایک لونڈی کو خریدنے کے لیے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔ انھوں نے آ کر اس کی پنڈلیاں ننگی کر کے دیکھیں، پستانوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر اس کو جھنجھوڑا اور پھر خریدنے والوں سے کہا کہ خرید لو۔ یعنی اس میں کوئی نقص نہیں۔ (عربی متن: عن ابن عيينة، عن عمرو بن دينار، عن مجاهد قال: كنت مع ابن عمر في السوق، فأبصر بجارية تباع، فكشف عن ساقها، وصك في صدرها، وقال: «اشتروا». يريهم أنه لا بأس بذلك)

فقہ حنبلی:

کتاب الکافی فی فقہ الامام احمد (لنک):

وما يظهر دائماً من الأمة كالرأس واليدين إلى المرفقين والرجلين إلى الركبتين ليس بعورة ، لأن عمر رضي الله عنه نهى الأمة عن التقنع والتشبه بالحرائر ، قال القاضي في الجامع وما عدا ذلك عورة ، لأنه لا يظهر غالباً ، أشبه ما تحت السرة .

وقال ابن حامد عورتها كعورة الرجل ، لما روى عمر بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي صلى الله عليه وسلم قال : إذا زوج أحدكم أمته عبده أو أجيره فلا ينظر إلى شيء من عورته فإن ما تحت السرة إلى الركبة عورة يريد عورة الأمة ، رواه الدارقطني . ولأنه من لم يكن رأسه عورة لم يكن صدره عورة ،

ترجمہ:

> اور جو باندی کا جسم عموماً ظاہر ہوتا ہے جیسے سر، کہنیوں تک ہاتھ، گھٹنوں تک پاؤں وغیرہ یہ ستر نہیں ہے کیونکہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے باندی عورت پر پابندی لگائی تھی کہ کہ وہ چادر سے خود کو نہیں ڈھانپ سکتی کیونکہ ایسا کرنا آزاد مسلمان عورت کی برابری کرنے کے برابر ہے۔ قاضی نے اپنی کتاب 'الجامع' میں کہا ہے کہ اس کے سوا (جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے) ستر ہے، کیونہ یہ عموماً ظاہر نہیں ہوتا، **جیسے کہ وہ کچھ جو کہ ناف کے نیچے ہے**۔ ابن حامد کہتے ہیں کہ باندی کا ستر وہی ہے جو کہ ایک مرد کا ستر ہے، جیسا کہ عمر بن شعیب نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے جد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنی باندی کی شادی اپنے غلام سے یا اجیر سے کر دے تو اسے اسکے ستر کو نہیں دیکھنا چاہیے جو کہ ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ رسول اللہ کی مراد باندی عورت کا ستر تھی۔ اسے دار قطنی نے روایت کیا ہے۔ **اور جس کا سر ستر میں شامل نہیں، تو اس کا سینہ بھی ستر نہیں۔**

چنانچہ حنبلی مذہب کے یہ علماء بھی باندی عورت کے ستر کو ناف سے گھٹنے تک بیان کر رہے ہیں۔

مالکی مذہب کے امام ابن ابی زید (متوفی 386 ہجری) اپنی کتاب 'الجامع (عربی)' میں لکھتے ہیں(آفیشنل انگریزی ترجمہ لنک):

> وأنكر ما يفعل جواري المدينة يخرجن فيكشفن ما فوق الإزار، قال: قد كلمت فيه السلطان فلم أجب إلى ذلك

> Official English Translation: He (Imam Malik) strongly rejected the behaviour of Madinan slave-girls in going out uncovered above the lower garment (i.e. with naked breasts). He said, “I have spoken to the Sultan about it, and have received no reply.”

امام مالک نے مدینہ کی لونڈیوں کے اس عمل کو ناپسند کیا کہ وہ باہر نکلتی ہیں اور ازار کے اوپر کا حصہ کھلا ہوتا ہے (یعنی انکے سینے ننگے ہوتے ہیں)۔ انہوں نے کہا: "میں نے اس معاملے پر حاکم سے بات کی، لیکن مجھے اس پر کوئی جواب نہیں دیا گیا۔

شیخ حمزہ یوسف کی ویڈیو (لنک) دیکھئے جہاں وہ بتلا رہے ہیں کہ عمر ابن خطاب کے دور میں مدینہ میں باندی عورتیں ننگے سینوں کے ساتھ گھومتی تھیں۔

سن 1964 میں سعودی عرب کی ویڈیو جہاں باندی کو سینوں کو ننگا کر کے اسے بیچا جا رہا ہے

مغربی دنیا کے انتہائی دباؤ کے نتیجے میں اسلامی ممالک میں غلامی کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ حتیٰ کہ سعودی عرب میں بھی 1962 میں غلامی پر مکمل پابندی لگ چکی تھی۔ مگر اس کے باوجود چوری چھپے باندیوں کی خرید و فروخت جاری تھی۔ ایسی ہی ایک ویڈیو 1964 میں بنائی گئی، جہاں چوری چھپے جب باندی کو بیچنے سے قبل ننگا کر کے گاہکوں کو دکھایا گیا، تو کیمرے نے اس منظر کو محفوظ کر لیا۔ آپ یہ منظر اس ویڈیو کے آخر میں دیکھ سکتے ہیں۔ ویڈیو کا لنک۔

مسلم اعتراض: باندی کے ننگے سینے والی روایات صحیح بخاری اور مسلم میں موجود نہیں

چاروں ائمہ کے متفقہ فتوے آپ کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک تو خود تابعی اور تبع تابعی ہیں اور انہوں نے مدینہ اور

دوسرے شہروں کے صحابہ اور تابعین کا "متواتر" طرز عمل دیکھا ہے جہاں مدینہ میں باندیوں کو ننگے سینوں کے ساتھ گھمایا جاتا تھا اور یوں ہی ننگے سینوں کے ساتھ نیلامی کی بازاروں میں بیچا جاتا تھا۔ اگر یہ چیز اسلام کے خلاف ہوتی، تو ناممکن ہے کہ پورا اسلامی معاشرہ اس پر عمل کر رہا ہوتا اور کہیں سے بھی کوئی آواز اس کے خلاف نہ اٹھ رہی ہوتی اور قرآن اور حدیث کا حوالہ دے کر اسے غیر اسلامی ثابت کیا جا رہا ہوتا۔

خود امام مالک کو پرسنلی یہ بات ناپسند تھی، مگر اس ناپسندیدگی کے باوجود ان کے پاس قرآن اور حدیث سے ایک ثبوت بھی موجود تھا کہ جس کے ذریعے وہ اس کی مخالفت کرتے۔ اس لیے جب انہوں نے خلیفہ سے بات کی، تو خلیفہ نے انہیں کوئی جواب نہیں دیا (لنک):

> He (Imam Malik) strongly rejected the behaviour of Madinan slave-girls in going out uncovered above the lower garment. He said, “I have spoken to the Sultan about it, and have received no reply.”

"تواتر" سے پورے اسلامی معاشرے کی جانب سے کیے جانے والا یہ عمل ثبوت ہے کہ باندیوں کے متعلق یہ احکامات جو چاروں ائمہ نے بیان کیے، وہ بالکل درست تھے۔

مسلمانوں کا طرز عمل یہ ہے کہ وہ ان تمام روایات اور متفقہ فتوؤں کو تو جھوٹ قرار دے رہے ہیں، مگر خود قاصر ہیں کہ اپنا کوئی ثبوت پیش کر سکیں۔ چنانچہ ان مسلمانوں کو چیلنج ہے کہ:

- بخاری اور مسلم و صحاح ستہ سے روایات پیش کریں کہ باندی حجاب لیتی تھی اور آزاد مسلم عورت کی طرح سینے ڈھاکتی تھی۔
- بخاری و مسلم سے روایت پیش کریں کہ یہ باندیاں باپردہ ہو کر نیلامی کے بازاروں میں بیچی جاتی تھیں
- بخاری و مسلم سے روایت پیش کریں کہ گاہکوں کو انہیں چھونے کا کوئی حق حاصل نہ تھا

بخاری اور مسلم نے لگتا ہے کہ یہ روایات اس لیے جمع نہیں کیں کیونکہ اس وقت تک مسلمان عرب سے باہر نکل کر دیگر علاقوں کی ترقی یافتہ تہذیبوں سے رابطہ کر چکے تھے کہ جہاں باندی کے سینے کو کپڑے سے ڈھانکا بھی جاتا تھا اور ام الولد کو بیچا بھی نہیں جاتا تھا۔ اسی وجہ سے امام مالک کے زمانے میں ہی امام مالک کو باندیوں کے ننگے سینوں پر اعتراض ہو گیا تھا اور وہ خلیفہ کے ساتھ مل کر باندیوں کے ننگے پن کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ بعد میں بخاری و مسلم کے زمانے تک ان لوگوں کو احساس ہو چکا تھا کہ باندیوں کا یہ ننگا پن اسلامی شریعت کے لیے باعثِ شرم و عار ہے۔ مگر چونکہ شریعت کے حلال اللہ کو بخاری و مسلم اپنی طرف سے حرام نہیں کر سکتے تھے، اور امام مالک کی طرح انہیں بھی باندیوں کے ننگے سینوں پر شرم محسوس ہوتی تھی، اس لیے لگتا ہے کہ شرم کے باعث انہیں نے ان روایات کو اپنی کتابوں میں جمع نہیں کیا، بلکہ سرے سے ان کا ذکر گول کر گئے۔

پردہ صرف آزاد مسلمان عورت کا "حق و شرف" تھا ، اور باندی عورت کے زبردست استحصال کا ذریعہ تھا

یہ ایک ناقابل یقین بات ہے، مگر حقیقت ہے کہ اسلام میں حجاب فقط آزاد مسلم عورت کا "حق" تھا، جبکہ کنیز باندی کو حجاب کرنے کا سرے سے کوئی حق ہی نہیں تھا، بلکہ اگر غلطی سے کوئی کنیز حجاب لے لیتی تھی تو سوٹیوں سے مار مار کر اسکے سر سے حجاب کھینچ لیا جاتا تھا۔

اسلام میں پردے کا حکم اس لیے نازل ہوا کہ آزاد عورتوں کی کنیز باندیوں سے الگ شناخت ہو سکے۔ یہ سن 5 ہجری کا واقعہ ہے۔

[القرآن 33:59] يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاء الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن **جَلَابِيبِهِنَّ** ذَلِكَ أَدْنَى أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ
ترجمہ:

> اے نبی کہو! اپنی بیویوں سے اور اپنی بیٹیوں سے اور اہلِ ایمان کی عورتوں سے کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں (عربی: جلباب) لٹکا لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ (بطور آزاد مسلمان عورت کے) پہچانی جائیں اور ستائی نہ جائیں۔

سب سے پہلے سمجھنے کی ضرورت ہے کہ آیت کے اس ٹکڑے سے کیا مراد ہے کہ :"... تاکہ وہ پہچان لی جائیں اور ستائی نہ جائیں..."؟

اس آیت کی تفسیر میں ابو مالک، ابو صالح، قتادہ، کلبی، معاویہ بن قرہ، حسن، سدی اور مجاہد ان سب سے ہت سی روایات مروی ہیں اور وہ سب متفق ہیں کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی کیونکہ مدینے میں لوگ (صحابہ) سڑکوں کے کنارے بیٹھے ہوتے تھے اور پہلے کنیز اور آزاد عورت کے فرق نہ پتا ہونے کی وجہ سے تمام آزاد و کنیز عورتوں کو یکساں ستایا کرتے تھے۔ مگر بعد میں جب جلباب کی وجہ سے انہیں علم ہو جاتا تھا کہ کون آزاد عورت ہے اور کون کنیز، تو پھر وہ آزاد عورتوں کو ستانے سے باز رہتے تھے۔
(دیکھئیے تفسیر طبری اس آیت کی ذیل میں جہاں یہ سب روایات موجود ہیں۔ لنک۔)

عبدالرزاق نے تابعی حسن البصری (متوفی 110 ہجری) سے روایت کی ہے:

> عبد الرزاق عن معمر عن الحسن قال كن إماء بالمدينة يقال لهن كذا وكذا كن يخرجن فيتعرض لهن السفهاء فيؤذوهن لأنه فكانت المرأة الحرة تخرج فيحسبون أنها أمة فيتعرضون لها ويؤذونها أخبرنا فأمر النبي صلى الله عليه وسلم المؤمنات أن يدنين عليهن من جلابيبهن ذلك أدنى أن يعرفن من الإماء أنهن حرائر فلا يؤذين
> ترجمہ:
> حسن بصری کہتے ہیں کہ مدینہ میں جب کنیز عورتیں باہر جاتی تھیں تو ان پر آوازیں کسی جاتی تھیں۔ (ایک رات) کچھ شریر لوگوں نے عورتوں کے ایک گروپ کا پیچھا کیا اور انہیں

> ستایا کیونکہ وہ سمجھے یہ وہ بھی کنیز باندیاں ہیں، جبکہ حقیقت میں وہ آزاد مسلمان عورتیں تھیں۔ اس وجہ سے رسول اللہ (ص) نے آزاد مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ وہ اپنی جلباب (چادر) اپنے اوپر ڈال لیں، تاکہ وہ بطور آزاد عورت ایک کنیز باندی سے ممتاز ہو سکیں تاکہ وہ ستائی نہ جائیں۔

ابن کثیر الدمشقی اپنی مشہور تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھتا ہے (لنک):

> آیت میں مومنوں کی عورتوں کا ذکر ہے۔ جلباب کا لٹکانا چونکہ علامت ہےآزاد پاک دامن عورتوں کی کی اس لئے یہ چادر کے لٹکانے سے پہچان لی جائیں گی کہ یہ نہ واہی عورتیں ہیں نہ لونڈیاں ہیں۔ سدی کا قول ہے کہ لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے اس لئے یہ نشان ہوگیا کہ گھر گرہست عورتوں اور لونڈیوں بانڈیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان پاک دامن عورتوں پر کوئی آوازیں نہ کسے۔

ابو مالک، ابو صالح، قتادہ، کلبی، معاویہ بن قرہ، حسن، اور مجاہد سے بھی یہی روایات مروی ہیں، جن کا اردو ترجمہ آپ یہاں تفصیل سے پڑھ سکتے ہیں (تفسیر در المنثور، آیت 33:59)

نوٹ:

زمانہ جاہلیت میں عورت اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں ۔ سورۃ نور کی آیت 31 کے ضمن میں ابن کثیر لکھتا ہے (لنک):

> أن جابر بن عبد الله الأنصاري حدث أن أسماء بنت مرشدة كانت في محل لها في بني حارثة، فجعل النساء يدخلن عليها غير متأزرات، فيبدو ما في أرجلهن من الخلاخل، وتبدو صدورهن وذوائبهن، فقالت أسماء ما أقبح هذا فأنزل الله تعالى الآية...

وقوله تعالی { وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ } يعني المقانع يعمل لها صنفات ضاربات على صدورهن لتواري ما تحتها من صدرها وترائبها ليخالفن شعار نساء أهل الجاهلية فإنهن لم يكن يفعلن ذلك،

ترجمہ:

جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ اسماء بنت مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مکان بنوحارثہ کے محلے میں تھا ۔ ان کے پاس عورتیں آتی تھیں اور دستور کے مطابق اپنے پیروں کے زیور ، **سینے اور بال کھولے آیا کرتی تھیں** ۔ حضرت اسماء نے کہا یہ کیسی بری بات ہے ؟ اس پر پردے کی یہ آیتیں اتریں --- (آزاد مسلمان) عورتوں کو چاہئے کہ اپنے دوپٹوں سے یا اور کپڑے سے اپنے سینہ اور گلے کا زیور چھپائیں ۔ **زمانہ جاہلیت میں اس کا رواج نہ تھا اور عورتیں اپنے سینوں پر کچھ نہیں ڈالتی تھیں** ---

اور تفسیر مدارک التنزیل میں آیت 24:31 کی تفسیر میں ہے (لنک):

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کے رواج میں **ان کے گریبان کھلے ہوتے تھے جس سے سینہ اور اس کے اردگرد کا حصہ نظر آتا تھا۔** اور عورتیں اپنے خمار پچھلی جانب کو لٹکا دیتی تھیں جس سے سینہ کھلا رہ جاتا اسلام نے آکر ان کو حکم دیا کہ وہ اپنے خمار اگلی جانب لٹکائیں تاکہ سینہ ڈھانپ جائے۔

نوٹ:

خمار وہ عربی سکارف ہے جو آج بھی عربی مرد آپ کو سروں پر اوڑھے نظر آتے ہیں۔ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق محمد صاحب اپنے خمار کے اوپر سے ہی اپنے سر کا مسح کر لیتے تھے (صحیح مسلم۔ لنک):

أَنَّ رَسولَ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عليه وسلَّمَ مَسَحَ علَى الخُفَّيْنِ والْخِمارِ

ترجمہ:

رسول اللہ نے موزوں اور خمار(سر پر پہننے والا عربی سکارف) پہ مسح کیا۔

عام مسلمان عوام کو یہ سب کچھ پہلی نظر میں انتہائی عجیب و غریب نظر آئے گا۔ مگر یہی حقیقت ہے اور ملا حضرات کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ ان حقائق کو عام مسلمانوں سے چھپا کر رکھیں۔

نوٹ:

اصل میں زمانہ جاہلیت کے عرب علاقے آشور (Assariya) میں ایک یہ رواج بھی تھا کہ اونچے درجے کی آزاد خواتین پردہ کرتی تھیں اور اسے ان کا شرف اور حق سمجھا جاتا تھا، جبکہ باندیوں کے سینے ننگے کروا دیے جاتے تھے (لنک)۔

> https://en.wikipedia.org/wiki/Women_in_pre-Islamic_Arabia#Veiling
> Veiling:
> During pre-Islamic times, the Assyrian law clearly depicted within their written regulation who was allowed to veil. Those women who were family to "seigniors" had to veil as well as those who were previously prostitutes but now married. Laws on veiling were so strict that intolerable consequences were enacted for these women, some of which included beating or cutting their ears off. Prostitutes and slaves were prohibited from veiling.

اسی چیز کو محمد یہاں دوبارہ جاری کر رہے ہیں۔

ورنہ اگر شرم و حیا کا مسئلہ ہوتا تو پھر محمد صاحب باندیوں پر حجاب لینے کی پابندی نہ لگاتے، بلکہ انہیں بھی آزاد عورت کے ساتھ حکم دیتے کہ اپنے ننگے سینوں کو وہ ڈھانکتیں۔ اور کسی صحابی نے بھی محمد صاحب کے اس حکم کے خلاف کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔

چنانچہ محمد صاحب جب حجاب کی آیت کے نزول کا دعویٰ کر رہے تھے، تو اس وقت انکی نیت سرے سے "شرم و حیا" کی نہیں تھی، بلکہ آزاد مسلمان

عورتوں اور باندیوں میں تفاوت پیدا کرنے کی تھی۔ مگر آج دیکھیں تو تمام مسلمان محمد صاحب کے برعکس ، حجاب کو زبردستی "شرم و حیا" سے جوڑنے پر لگے ہوتے ہیں۔

صحیح بخاری کتاب المغازی میں ہے کہ جب نبی اسلام نے صفیہ بنت حیی کو اپنے لیے منتخب کیا تو مسلمانوں نے کہا کہ یہ یا تو امہات المؤمنین میں سے ہے یا باندیوں میں سے تو اگر انہوں نے اسے پردہ کرایا تو یہ امہات المؤمنین میں سے ہوگی اور اگر نہیں کرایا تو کنیز اور باندی ہوگی، پھر جب نبی اسلام نے اسے پردہ کرایا تو مسلمانوں کو پتہ چل گیا کہ یہ ام المؤمنین ہے۔

صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوة خیبر (لنک):

> نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ اور خیبر کے درمیان (مقام سد الصہباء میں) تین دن تک قیام فرمایا اور وہیں صفیہ رضی اللہ عنہا سے خلوت کی تھی پھر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت دی ۔ آپ کے ولیمہ میں نہ روٹی تھی ‘ نہ گوشت تھا صرف اتنا ہوا کہ آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو دسترخوان بچھا نے کا حکم دیا اور وہ بچھا دیا گیا ‘ پھر اس پر کھجور ‘ پنیر اور گھی (کا ملیدہ) رکھ دیا ۔ مسلمانوں نے کہا کہ صفیہ امہات المؤمنین میں سے ہیں یا باندی ہیں ؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ اگر آنحضرت نے انہیں پردے میں رکھا تو وہ امہات المؤمنین میں سے ہوں گی اور اگر آپ نے انہیں پردے میں نہیں رکھا تو پھر یہ اس کی علامت ہو گی کہ وہ باندی ہیں ۔ آخر جب کوچ کا وقت ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنی سواری پر پیچھے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور ان کے لیے پردہ کیا ۔

یعنی نبی اسلام خود نہ صرف باندیاں رکھتے تھے بلکہ انہیں پردہ بھی نہیں کرواتے تھے یعنی ان کی نظر میں باندی یا کنیز کی حیثیت محض "‘مال" کی

سی ہوتی تھی، ان لوگوں کے لیے بہت بڑا سوالیہ نشان ہے جو اسلام میں عورت کے مقام کا راگ الاپتے نہیں تھکتے؟

اور صحیح بخاری کی روایت دیکھئے کہ جنابِ صفیہ کے شوہر کو مسلمانوں نے قتل کیا، پھر انہیں پکڑ کر باندی بنا لیا، اور جب اگلے ہی دن وہ حیض سے پاک ہوئیں، تو راستے میں ہی پیغمبر اسلام نے انکے ساتھ سیکس کیا۔

صحیح بخاری کتاب المغازی (لنک):

> جب اللہ تعالیٰ نے آنحضور کو خیبر کی فتح عنایت فرمائی تو آپ کے سامنے صفیہ بنت حیی بن اخطب کی خوبصورتی کا کسی نے ذکر کیا ' ان کے شوہر قتل ہو گئے تھے اور ان کی شادی ابھی نئی ہوئی تھی ۔ اس لیے حضور نے انہیں اپنے لیے لے لیا اور انہیں ساتھ لے کر حضور روانہ ہوئے ۔ آخر جب ہم مقام سد الصہباء میں پہنچے تو صفیہ حیض سے پاک ہوئیں اور حضور نے ان کے ساتھ جماع (سیکس) کیا۔

اسلام کا ظلم ملاحظہ کیجئے کہ ایک طرف ان معصوم لڑکیوں اور عورتوں کے باپ، بھائی، شوہر اور بیٹوں کو انہوں نے قتل کیا ہوتا تھا، اور پھر اسی حالت میں انکے اوپر چڑھ دوڑتے تھے (یاد رہے کہ دخول کے علاوہ ان قیدی عورتوں کو پہلی رات ہی ننگا کر کے ان کے ننگے جسموں کے بوسے لینے، ہاتھ پھیرنے اور دیگر جسمانی لذتیں حاصل کرنے کے لیے کسی حیض کے انتظار کی ضرورت نہ تھی)۔

کیا اللہ کا اور پیغمبر کا یہی وہ خلقِ اعلیٰ ہے جسکا مسلمان 24 گھنٹے ڈھنڈھورا پیٹتے ہیں؟

پھر یہ روایات دیکھئے:

> "دحیہ رسول اللہ کے پاس آئے اورعرض کیا،یا رسول اللہ مجھے قیدیوں میں سےغلام بنانے کے لیےایک لڑکی عنایت کی جائے، حضور نے فرمایا، جو مرضی ہے لے لو۔ اُس نے صفیہ بنت حیی کو اپنے قبضے میں لے لیا، ایک صحابی آپ کے پاس آئے اور کہا،

یارسول اللہ آپ نے دحیہ کو صفیہ دے دی ہے۔ وہ انتہائی خوبصورت ہونے کے علاوہ قبیلہ بنو قریظہ اور بنو نضیر کی مشترکہ رئیسہ ہے۔ وہ آپ جیسے آدمی کی حقدار ہے۔ تو حضور نے فرمایا کہ صفیہ اور وحیہ، دونوں کو یہاں لاؤ۔ حضرت بلال بن رابح (موذّن) حضرت صفیہ کو لے کر آئے، ان کے ساتھ ایک اور یہودی لڑکی بھی تھی، جب وہ اپنے بھائی بندوں کی لاشوں کے پاس سے گذریں تو اس لڑکی نے دھاڑیں مارتے ہوئے اپنے منہ پر تھپڑ مارنے شروع کر دیے، اس نے زمین سے مٹی لے کر اپنے بالوں میں ڈال لی، جب حضور نے اس لڑکی کو دیکھا تو انہیں بہت غصہ آیا اور آپ نے فرمایا؛ "اس چڑیل کو میری نظروں سے دور کر دو"۔حضرت صفیہ کو حضور نے اپنے پیچھے آنے کے لیے کہا اور انہوں پر اپنی چادر پھینک دی جس کا مطلب تھا کہ حضرت صفیہ کو حضور نے اپنے لیےپسند فرمایا ہے۔ حضور نے دحیہ سے فرمایا کہ وہ کوئی اور لڑکی پسند کر لے۔ بعد میں نبیؐ کریم نے حضرت بلال کو سرزنش کرتے ہوئے کہا؛ " تُم کیوں انہیں ان کے خاوندوں کی لاشوں کے پاس سے گذار کر لے کر آئے ہو،کیا تمہیں ان پر ذرا بھی ترس نہیں آیا "۔
(حوالہ: تاریخ طبری، جلد 8، صفحہ 122، انگریزی ترجمہ)

یاد رہے کہ یہ صرف صفیہ ہی نہیں تھیں کہ جنہیں باپ، بھائی اور شوہر کے قتل کے اگلے ہی دن سیکس کرنا پڑا، بلکہ ہر ہر قیدی عورت کو اس اذیت سے گذرنا پڑا جب مسلمان دن کو ان کے باپ، بھائی، بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور اسی شام کو ان قیدی عورتوں کو ننگا کر کے انہیں سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ کیا اس سے بڑھ کا اور کوئی ظلم بھی ممکن ہے؟ (یاد رہے کہ یہود و نصاری تک اس ظلم کے خلاف تھے اور ایک قیدی عورتوں کو کم از کم 1 مہینے کی مہلت دیتے تھے کہ وہ اپنے پیاروں کے قتل کا غم سہہ لیں۔ صرف اس کے بعد جا کر وہ ان سے شادی کرتے تھے)۔

سیرۃ النبویہ۔ ابن ہشام صفحہ 766:

" اُس رات حضرت انس بن مالک کی والدہ اُم سلیم نے حضرت صفیہ کو سنوارا، وہ رات انہوں نے حضور کے خیمے میں بسر کی۔ "ابو ایوب، خالد بن زید نے پوری رات ہاتھ میں تلوار لے کر گزاری اور صبح تک حضور کے خیمے کے گرد چکر لگاتے ہوئے پہرہ دیا۔ صبح جب حضور جاگے تو اس حرکت کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے جواب دیا مجھے آپ کی سلامتی کا ڈر تھا کیونکہ آپ نے اس کے باپ، خاوند اور دیگر عزیز و اقارب کو قتل کروایا ہے، اور ابھی تک اس نے اسلام بھی قبول نہیں کیا، مجھے آپ کی جان کا خطرہ تھا، حضور نے دعا کی اے اللہ جس طرح رات بھر ابو ایوب نے میری حفاظت کی ہے، اُسی طرح تو بھی اُس کی حفاظت فرما "۔

رسول صاحب کا غیر مردوں کی نامحرم باندیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر مدینہ میں گھومنا

ایک طرف پردے و شرم و حیا کے نام پر بے چاری عورت کی زندگی اجیرن، تو دوسری طرف رسول اللہ خود غیر مردوں کی نامحرم باندیوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے پبلک میں گھوم رہے ہیں۔

سنن ابن ماجہ، زہد کا بیان (لنک):
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ الْأَمَةُ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا يَنْزِعُ يَدَهُ مِنْ يَدِهَا حَتَّى تَذْهَبَ بِهِ حَيْثُ شَائَتْ مِنْ الْمَدِينَةِ فِي حَاجَتِهَا
ترجمہ:
حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے مدینہ کی ایک لونڈی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی پھر آپ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے نہ نکالتے یہاں تک وہ آپ کو لے جاتی جہاں چاہتی اپنے کام کے لئے۔

سعودی مفتی البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)۔

یہاں سوال اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ محمد صاحب کو آخر ضرورت ہی کیا تھی کہ اس کا ہاتھ تھام کر شہر میں نکلتے؟ کیا محمد صاحب بغیر ہاتھ تھامے یہ کام انجام نہیں دے سکتے تھے؟
یہ یاد رہے کہ ہاتھ پکڑنے والی یہ باندی ننگے سینے کے ساتھ شہر میں گھومنے پر مجبور تھی، اور یہ چیز صورتحال کو مزید پیچیدہ بنا رہی ہے۔

یہی روایت صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔

صحیح بخاری، کتاب ادب کا بیان (لنک):
أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ إِنْ كَانَتْ الْأَمَةُ مِنْ إِمَاءِ أَهْلِ الْمَدِينَةِ لَتَأْخُذُ بِيَدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنْطَلِقُ بِهِ حَيْثُ شَائَتْ
انس بن مالک رضی بیان کرتے ہیں کہ مدینہ والوں میں ایک لونڈی تھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑتی اور جہاں چاہتی لے جا تی۔

یہ ایسے شدید تضادات ہیں کہ جن میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔یہ تضادات ثابت کرتے ہیں کہ اسلامی شریعت بنانے والا کوئی آسمانی خدا نہیں، بلکہ محمد صاحب خود تھے، اس لیے محمد صاحب کی "انسانی غلطیوں" کے سبب اسلامی شریعت ایسے شدید تضادات کا شکار ہوئی۔

حجاب لینے پر عمر ابن الخطاب کا کنیز باندیوں کو سوٹیوں سے مارنا

صحیح روایات کے مطابق اگر کوئی کنیز باندی غلطی سے بھی "جلباب (چادر)" لے لیتی تھی تو عمر ابن الخطاب سوٹیاں مار مار کر زبردستی اسکے جلباب اتروا دیتے تھے۔

سعودی مفتی اعظم البانی نے اپنی کتاب الغلیل الارواء میں یہ 'صحیح' روایت نقل کی ہے (لنک):

أخرجه ابن أبي شيبة في " المصنف " (2 / 82 / 1) : حدثنا وكيع قال : حدثنا شعبة عن قتادة عن أنس قال : " رأى عمر أمة لنا مقنعة فضربها وقال : لا تشبهين بالحرائر " . قلت : وهذا إسناد صحيح

ترجمہ:

امام ابن ابنی شیبہ نے اپنی کتاب المصنف (لنک) میں نقل کیا ہے کہ عمر ابن الخطاب نے ایک کنیز باندی کو سر پر مقنعہ (جلباب کی طرح کی چھوٹی چادر) لیے دیکھا تو آپ نے اسکو ضرب لگائی اور کہا کہ وہ آزاد مسلم عورتوں کی 'برابری' کی کوشش نہ کرے۔

اس روایت کی اسناد صحیح ہیں۔

اور عبدالرزاق (متوفی 211 ہجری) نقل کرتے ہیں (لنک):

عبد الرزاق عن معمر عن أيوب عن نافع أن عمر رأى جارية خرجت من بيت حفصة متزينة عليها **جلباب** أو من بيت بعض أزواج النبي صلى الله عليه و سلم فدخل عمر البيت فقال من هذه الجارية فقالوا أمة لنا – أو قالوا أمة لآل فلان – فتغيظ عليهم وقال أتخرجون إماءكم بزينتها تفتنون الناس

ترجمہ:

ایک مرتبہ عمر نے دیکھا کہ ایک نوجوان باندی لڑکی جناب حفصہ یا پھر ازواج نبی میں سے کسی کے گھر سے یوں نکل کر باہر گئی کہ اس نے **جلباب** سے خود کو زینت دی ہوئی تھی۔ اس پر عمر گھر میں داخل ہو گئے اور فرمایا: "یہ کون لڑکی ہے؟" انھوں نے کہ کہ یہ کسی کی کنیز لڑکی ہے۔ عمر ان لوگوں پر غصبناک ہوئے اور کہا: "یہ لڑکی جلباب سے زینت کیے چلے جا

رہی ہے، اور یہ مسلمانوں میں فتنہ پیدا کر رہی ہے (کیونکہ وہ اسے آزاد سے علیحدہ کر کے بطور باندی پہچان نہیں پا رہے)۔

امام شعبانی (متوفی 189 ہجری) لکھتے ہیں (کتاب المبسوط، جلد 3، صفحہ 7):

ولا ينبغي للرجل أن ينظر من أمة غيره إذا كانت بالغة أو تشتهي مثلها أو توطأ إلا ما ينظر إليه من ذوات المحرم ولا بأس بأن ينظر إلى شعرها وإلى صدرها وإلى ثديها وعضدها وقدمها وساقها ولا ينظر إلى بطنها ولا إلى ظهرها ولا إلى ما بين السرة منها حتى يجاوز الركبة

ترجمہ:

ایک آدمی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ کسی کنیز عورت کو بلوغت کی عمر پہنچ جانے کے بعد دیکھے یا اسکی خواہش کرے سوائے اپنی کنیز عورت کے۔ وہ دوسرے کی کنیز عورت کےصرف وہ حصے دیکھ سکتا ہے جس کی محرم رشتے داروں کی صورت میں اجازت ہے۔ چنانچہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں اگر وہ دوسرے کی کنیز کے بالوں، اسکے پستان (سینے)، اسکے ہاتھ اور پاؤں کو دیکھے۔ کنیز عورت کے جن حصوں کو دیکھنے کی اجازت نہیں ہے وہ اسکا پیٹ یا کمر ہیں، اور وہ کچھ جو کہ اسکی ناف اور گھٹنوں کے درمیان ہے۔

اور سعودی امام البانی اپنی کتاب ارواء الغلیل میں لکھتا ہے (لنک):

حدثنا على بن مسهر عن المختار بن فلفل عن أنس بن مالك قال: " دخلت على عمر بن الخطاب أمة قد كان يعرفها لبعض المهاجرين أو الأنصار , وعليها جلباب متقنعة به , فسألها: عتقت؟ قالت: لا: قال: فما بال الجلباب؟! ضعيه عن رأسك , إنما الجلباب على الحرائر من نساء المؤمنين , فتلكأت , فقام إليها بالدرة , فضرب بها رأسها حتى ألقته عن رأسها ".

قلت: وهذا سند صحيح على شرط مسلم.
ترجمہ:
صحابی انس ابن مالک کہتے ہیں: کسی مہاجر یا انصار کی باندی عمر ابن خطاب کے پاس اس حالت میں آئی کہ اس نے جلباب پہنی ہوئی تھی۔ عمر نے اس سے کہا: " کیا تمہیں آزاد کر دیا گیا ہے؟" اُس نے کہا:"نہیں۔" اس پر عمر نے کہا: "تو پھر اس جلباب کو سر سے اتار دو کیونکہ جلباب صرف آزاد مسلم عورت کے لیے ہے۔" باندی نے جلباب کو اتارنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا، تو اس پر عمر اٹھے اور انہوں نے اس باندی کو درے سے مارنا شروع کر دیااور اس کے سر پر ضرب لگائی حتیٰ کہ باندی نے جلباب اتار پھینکا۔
البانی کہتے ہیں کہ یہ حدیث امام مسلم کی شرط پر 'صحیح' ہے۔

عمر ابن خطاب نے اپنے دور خلافت میں کوئی ایسی باندی نہ چھوڑی جو حجاب لیتی ہو۔ مصنف ابن ابی شیبہ (لنک):

قال أبو قلابة : إن عمر بن الخطاب كان لا يدع أمة تقنع في خلافته , وقال : إنما القناع للحرائر إنما القناع للحرائر لكيلا لا يؤذين
ترجمہ:
ابو قلابہ کہتے ہیں کہ عمر ابن خطاب نے اپنی خلافت میں کوئی چادر لینے والی لونڈی نہیں چھوڑی تھی۔ وہ کہتے تھے: چادر اوڑھنا صرف آزاد مسلمان عورت کا حق ہے تاکہ وہ ستائی نہ جائیں۔

امام البیہقی اپنی کتاب السنن الکبریٰ (لنک) میں یہ 'صحیح' روایت نقل کرتے ہیں:

عن جده أنس بن مالك قال كن إماء عمر رضي الله عنه يخدمننا كاشفات عن شعورهن تضطرب ثديهن
ترجمہ:

صحابی انس ابن مالک کہتے ہیں: جناب عمر کی کنیزیں ہماری خدمت میں مصروف تھیں اور انکے بال کھلے ہوئے تھے اور انکی چھاتیاں ہل رہی ہوتی تھیں۔
امام بیہقی نے اس روایت کو 'صحیح' کہا ہے۔ اور سعودی مفتی اعظم البانی نے بھی اپنی کتاب ارواء الغلیل میں اس کے تمام راویوں کو ثقہ کہا ہے (لنک)۔

جنوبی ہندوستان میں نچلی ذات کی عورتوں پر چھاتیاں ڈھانپنے کی پابندی اور ان پر ٹیکس (ایسے ہی جیسے کہ عمر ابن خطاب نے باندی عورتوں کے ساتھ کیا)

یہ ٹیکس خاص طور پر کیرالا (جنوبی ہند) میں اُس زمانے میں رائج تھا جب وہاں نچلی ذات کی عورتوں کو اپنے جسم کو ڈھانپنے کا حق نہیں تھا۔ برہمن اور بالادست طبقے نے یہ قاعدہ بنایا ہوا تھا کہ نچلی ذات کی عورتیں اگر اپنے جسم پر کپڑا ڈالنا چاہیں تو اُنہیں ”مولاکارم“ یعنی بریسٹ ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا۔ لفظ مولاکارم ملیالم زبان کا لفظ ہے، جس میں "مولا" کے معنی ہیں چھاتی (Breast) اور "کارم" کے معنی ہیں ٹیکس (Tax)۔

یہ ٹیکس عورتوں کے لیے ذلت کا باعث تھا کیونکہ یہ براہِ راست اُن کے جسم سے منسلک تھا۔ اس کا مقصد نچلی ذات کو ہمیشہ دباؤ میں رکھنا اور اُنہیں برہمن یا بالادست طبقے کے سامنے کمتر ثابت کرنا تھا۔

تفصیلات یہاں پر:

- https://en.wikipedia.org/wiki/Breast_tax

باندیوں کے لیے نماز میں بھی حجاب نہیں تھا

اور تو اور کنیز باندیوں کے لیے نماز میں بھی حجاب نہ تھا۔ امام ابن حزم اپنی کتاب المحلیٰ میں نقل کرتے ہیں (لنک):

> لا يستحي من أن يطلق أن للمملوكة أن تصلي عريانة يرى الناس ثدييها وخاصرتها
> ترجمہ:
> امام ابو حنیفہ کو یہ کہنے میں کوئی تامل نہ تھا کہ کنیز باندی عریاں ہو کر نماز پڑھے اور لوگ اسکی کھلی چھاتیوں اور پیٹھ کو دیکھ سکتے ہیں۔

اور سعودی مفتی اعظم شیخ عثیمین کتاب الشرح الممتع (لنک) میں لکھتا ہے:

> الأَمَةُ - ولو بالغة - وهي المملوكة، فعورتها من السُّرَّة إلى الرُّكبة، فلو صلَّت الأَمَةُ مكشوفة البدن ما عدا ما بين السُّرَّة والرُّكبة، فصلاتها صحيحة، لأنَّها سترت ما يجب عليها سَتْرُه في الصَّلاة.
> ترجمہ:
> ایک باندی، چاہے وہ بالغ ہو اور کسی کی ملکیت میں ہو، اس کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے، اور اگر وہ اس حالت میں نماز پڑھے کہ ناف اور گھٹنے کے درمیان کے علاوہ اس کا بقیہ پورا جسم ننگا ہو، تب بھی اس کی نماز صحیح ہے کیونکہ اس نے اس جگہ کو ڈھانپ رکھا ہے کہ جس کی نماز میں ضرورت ہے۔

امام ابن ابی شیبہ نے اپنی کتاب "المنصنف" میں پورا ایک باب بنایا ہے (لنک)، جس کا عنوان ہے "في الأمة تصلي بغير خمار" ۔ اس باب میں امام ابن ابی شیبہ نے 18 روایات نقل کی ہیں جو بیان کر رہی ہیں کہ باندیاں اسی

حالت میں نماز پڑھ سکتی تھیں کہ جس حالت میں وہ باہر جاتی تھیں (یعنی برہنہ سینوں کے ساتھ)۔

کیا آپ کو اسلام کے عورت کے حوالے سے 2 انتہاؤوں پر جاتے دوغلے رویے اور تضادات نظر آتے ہیں؟

- ایک طرف مسلمان آزاد عورت کے نام پر عورت پر اتنی شدید پابندیاں لگائیں کہ وہ فقط آنکھ کھلی رکھ کر باہر نکل سکتی ہے، اور بقیہ پورا جسم حجاب میں قید ہے۔
- مگر دوسری طرف کنیز باندی کے نام پر اسلام نے عورت کو اتنا ننگا کیا کہ 1400 سال تک اسلامی معاشروں میں (بشمول جناب محمد کے دور کے) سینکڑوں ہزاروں کنیز باندیاں ننگے سر اور ننگی چھاتیوں معاشرے میں پھر رہی ہوتی تھیں، ان پر آوازیں کسی جاتی تھی، لفنگا لوچر پن دکھا کر انہیں اذیت دی جاتی تھی۔
اور انہیں اسی نیم برہنہ حالت میں غلامی کے بازاروں میں نیلامی کے لیے کھڑا کر دیا جاتا تھا، اور گاہکوں کو اجازت ہوتی تھی کہ وہ ہاتھوں سے ان کے پورے جسم کو ٹٹولیں بشمول نازک نسوانی اعضاء کے۔
- اسلام نے تمام عورتوں کو ساری زندگی اذیت کا نشانہ بنوا دیا۔ چاہے آزاد عورت کو پردے میں قید کر کے اذیت کا نشانہ بنایا ہو، یا پھر باندی کے نام پر عورت کو ننگا بازاروں میں کھڑا کر کے۔

تو پھر اللہ اس کا ذمہ دار کیوں نہیں ٹھرتا؟

مسلمان خود سے سوال کریں ----

کیا باندی ایک انسان اور ایک عورت نہیں ہوتی؟

جانوروں کو پبلک میں ننگا پھرایا جاتا ہے ---

تو کیا اللہ کی نظر میں باندی واقعی کوئی جانور ہے جو اسلام نے اسے آدھا ننگا کر کے لوگوں کے سامنے لا کھڑا کیا؟

کیاایسی نیم برہنہ باندی لڑکیوں کو دیکھ کر مردوں کو شہوت نہیں آ سکتی؟

اور اگر عورت کے ننگے پن سے واقعی بے غیرتی اور بے حیائی پھیلتی ہے، تو پھر کیا اللہ خود باندی لڑکیوں کو یوں نیم برہنہ رکھ کر
بے حیائی پھیلانے کا ذمہ دار نہیں بن رہا ہے؟

مسلم عذر: باندی کام کاج کے لیے ہوتی تھی اس لیے اسکا پردہ نہیں تھا

آج کے جدید مسلمان جواب میں یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ:

> مالک باندیوں کو کام کاج کے لیے خریدتا تھا، اور پردہ کرنے سے ان کے کام کاج کرنے میں خلل پڑتا، اس لیے اسلام نے باندیوں کو پردہ نہیں کروایا۔

جواب:

جب عمر ابن خطاب باندی کو سوٹیوں سے پیٹ کر اس کا حجاب کھینچ رہے تھے، اُس وقت باندی کام کاج نہیں کر رہی تھی۔ چنانچہ اگر اسلام اگر کوئی انسانی ڈرامہ نہ ہوتا، اور واقعی میں کسی آسمانی اللہ کی طرف سے ہوتا، تو پھر احکامات یوں ہونے چاہییے تھے کہ کام کاج کرتے وقت اگر حجاب میں مشکل ہو رہی ہو، تو وہ حجاب کو ہٹا کر کام کر لیں (چاہے وہ باندیاں ہوں یا پھر آزاد مسلمان عورتیں)۔

اور آج کے مسلمان بے چارے جھوٹ بول بول کر اسلام کا دفاع کر رہے ہیں کہ باندیوں کو کام کاج کرنا تھا اس لیے ان کے لیے حجاب نہیں تھا۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ باندیوں کے لیے حجاب کی پابندی کام کاج کے لیے نہیں، بلکہ آزاد مسلمان عورت اور باندی عورت میں "تفریق" کے لیے تھی، تاکہ آزاد عورت کو شرف دیا جا سکے، اور باندی عورت کو ذلیل و خوار کرتے ہوئے تحقیر کا نشانہ بنایا جا سکے، اور اس بات کو عمر ابن خطاب نے خود بالکل واضح بیان کر دیا تھا جب وہ سوٹیاں مار کر باندی کا جلباب کھینچ رہے تھے، اور اسے کہہ رہے تھے کہ وہ آزاد مسلمان عورتوں کی برابری کر کے فتنہ نہ پھیلائے۔

مزید مسئلہ مسلمان حضرات کے لیے یہ ہے کہ اسلام نے باندی کے ستر میں ان کے سینے کے پستانوں کو بھی ننگا کر ڈالا، حالانکہ باندیوں کو اپنے سینے کے پستانوں سے کام نہیں کرنا ہوتا تھا کہ اسلام انہیں ہر جگہ یوں ننگا گھومنے پر مجبور کرتا۔

مزید یہ کہ کام کاج اور مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالنے کی ضرورت تو آزاد عورت کو بھی پیش آ سکتی ہے۔ تو پھر کام کاج کے نام پر اسے بھی پردے سے نجات دے دینی چاہیے تھی۔ مگر اُس بے چاری کو تو پردے کی قید میں لپیٹ ڈالا اور کام کاج اور مزدوری اس کے لیے عذاب بنا ڈالی۔

چند ماہ کے چھوٹے بچے کو باندی ماں سے علیحدہ کر کے بیچ ڈالنا

اسلام نے غلامی کا مکمل خاتمہ کیوں نہ کیا؟ تو مسلمانوں کا بہانہ ہوتا ہے کہ اس زمانے میں جنگیں ہوتی تھیں اور اس لیے غلامی کا مکمل خاتمہ نہیں کیا جا سکا۔

تو پھر ہمارا اگلا اعتراض ہے کہ اللہ (یعنی محمد صاحب) نے پھر غلاموں کو یہ حق کیوں نہیں دیا کہ ان کے بچے ان سے چھین کر علیحدہ بازاروں میں بیچے نہ جائیں؟

کیا اسلامی سلطنت کا شیرازہ بکھر جاتا، اور وہ تباہ و برباد ہو جاتی اگر وہ غلاموں کو حق دے دیتی کہ بچے ان سے جدا نہیں کیے جائیں گے؟

اسلامی شریعت کا ایک بڑا فساد "پیدائشی غلامی" تھی۔ غلاموں اور باندیوں کے پیدا ہونے بچے خودبخود "پیدائشی غلام" پیدا ہوتے تھے (سوائے اس صورت کہ باندی سے مالک اپنا بچہ پیدا ہو)۔ ۔
اسلامی شریعت کا اگلا بڑا فساد تھا کہ مالک جب چاہتا تھا ان سے ان کے بچے چھین کر بازار میں بیچ ڈالتا تھا، یا پھر بچہ خود رکھ لیتا تھا اور غلام

باپ اور ماں کو بیچ ڈالتا تھا۔ ہر دو صورتوں میں بچوں اور والدین میں جدائی ہو جاتی تھی، اور خاندان ٹوٹ جاتا تھا۔

امام عبداللہ ابن ابی زید اپنے مالکی فقہ کے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

> ولا يفرق بين الام وولدها في البيع حتى يثغر.
> ترجمہ:
>
> اور کنیز کا مالک اپنی اس کنیز عورت کو اپنے بچے سے علیحدہ اس وقت تک کسی اور کے پاس نہیں بیچ سکتا جبتک کہ اس چھوٹے بچے کے دو دانت نہ نکل آئیں۔

ہر ماں اس پر صرف خون کے آنسو ہی بہائے گی اگر اس کے 8 مہینے کے بچے کو اس سے جدا کر کے غلامی کے بازاروں میں بیچ ڈالا جائے۔

یہی بچوں سے علیحدہ کر کے ان کی ماوؤں کو بیچنے کی بات اس حدیث میں بھی موجود ہے:

> سنن ابن ماجہ (لنک):
> جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ كُنَّا نَبِيعُ سَرَارِينَا وَأُمَّهَاتِ أَوْلاَدِنَا وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِينَا حَىٌّ لاَ نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا .
> ترجمہ:
> صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم اپنی باندی عورتوں اور ام الولد باندیوں کو رسول اللہ کے عہد میں (بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچ ڈالتے تھے، اور ہم انہیں بیچنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے۔
> اس روایت کو بھی سعودی مفتی البانی نے "صحیح" قرار دیا ہے (لنک)

اس روایت میں بھی غلام والدین اور بچوں میں جدائی ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ بچے کو بیچ ڈالنے کی بجائے ماں اور باپ کو بیچا جا رہا ہے۔

یہ ایک لائن کا چھوٹا سا فتویٰ نہیں ، بلکہ یہ مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ ہے۔ وہ تاریخ کہ جس میں اسکی وجہ سے لاکھوں نہیں بلکہ کڑوڑوں کنیز ماوؤںاور غلام باپوں کو 1400 سالوں میں انکے بچوں سے جدا کر ڈالا گیا۔ کنیز ماں کو تو پھر بچے کے 2 دانت نکلنے تک بچے کے ساتھ رہنے دیا گیا، مگر غلام باپ کو تو یہ حق بھی نہ دیا گیا، اور باپ کو تو بچے کی پیدائش سے قبل یا فوراً بعد جب جی چاہا بیچ ڈالا۔ غلام ماں باپ کا کوئی خاندان نہیں، کوئی اولاد پاس نہیں جو بڑھاپے میں انکا سہارا بنے۔

پھر مسلمان محمد صاحب کو مہاتما بدھا سے عظیم قرار دیتے ہیں، حالانکہ مہاتما بدھا کی تعلیمات کے نتیجے میں اسلام سے 800 سال قبل ہی انکے پیروکار اشوکا نے غلاموں کی تجارت پر پابندی عائد کر کے غلامی کے سارے بازار بند کر ڈالے تھے۔

اور صحابہ کے دور کے ایک عیسائی شخص (CE 640)نے مسلمانوں کے قتل و خون، اور ماؤں سے ان کے بچوں کو چھیننے اور دیگر انسانی جرائم کی صورتحال یوں بیان کی ہے (لنک):

> They take the wife away from her husband and slay him like a sheep. They throw the babe from her mother and drive her into slavery; the child calls out from the ground and the mother hears, yet what is she to do?...They separate the children from the mother like the soul from within the body, and she watches as they divide her loved ones from off her lap, two of them go to two masters, herself to another[...] Her children cry out in lament, their eyes hot with tears. She turns to her loved ones, milk pouring forth from her breast: "Go in peace, my darlings, and may God accompany you."
> — Seeing Islam As Others Saw It: A Survey and Evaluation of Christian, Jewish and Zoroastrian Writings on Early Islam, Robert G. Hoyland[51]



ولا يفرق بين الام وولدها في البيع حتى يثغر

اور کنیز عورت کو بچے سے علیحدہ کر کے اس وقت تک نہ بیچا جائے جبتک بچے کے دو دانت نہ نکل آئیں

(الرسالہ، فقہ امام مالک)

یہ ایک لائن کا چھوٹا سا فتویٰ نہیں، بلکہ یہ مسلمانوں کی 1400 سالہ تاریخ ہے۔ وہ تاریخ کہ جس میں اسکی وجہ سے لاکھوں نہیں بلکہ کڑوڑوں کنیز ماؤوں اور غلام باپوں کو 1400 سالوں میں انکے بچوں سے جدا کر ڈالا گیا۔ کنیز ماں کو تو پھر بچے کے 2 دانت نکلنے تک بچے کے ساتھ رہنے دیا گیا، مگر غلام باپ کو تو یہ حق بھی نہ دیا گیا، اور باپ کو تو بچے کی پیدائش سے قبل یا فوراً بعد جب جی چاہا بیچ ڈالا۔ غلام ماں باپ کا کوئی خاندان نہیں، کوئی اولاد پاس نہیں جو بڑھاپے میں انکا سہارا بنے۔ بلکہ دشمن کے بوڑھے افراد کو تو ایسے ہی قتل کر دیا جاتا تھا کیونکہ وہ بطور غلام کام کے قابل نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں بیچ کر پیسے ملتے بلکہ الٹا وہ مالک پر بوجھ ہوتے۔

سنن ترمذی، کتاب، کتاب السیر:

حضرت سمرۃ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: **"مشرکین کے عمر رسیدہ (ضعیف بوڑھے) افراد کو قتل کر دو البتہ ان کے (نابالغ) بچوں کو زندہ رہنے دو۔"** (امام ترمذی نے اس روایت کو 'حسن صحیح غریب' کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہی حدیث حجاج نے قتادہ سے بھی روایت کی ہے)۔

نوٹ:

اسلام عذر خواہ ابن ماجہ کی یہ روایت پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے باندی اور اس کے بچے میں جدائی حرام کی ہے:

سنن ابن ماجہ (لنک):

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو ماں بیٹے، اور بھائی بھائی کے درمیان جدائی ڈال دے۔
تخریج الحدیث: (ضعیف)» (سند میں ابراہیم بن اسماعیل ضعیف راوی ہیں)

ان اسلام عذ ر خواہوں کی بددیانتی یہ ہے کہ یہ ساتھ میں یہ نہیں بتاتے کہ یہ روایت باندی اور اس کے بچے کے متعلق نہیں ہے، بلکہ آزاد ماں اور بیٹے کے متعلق ہے، اور دوسرا یہ کہ یہ روایت خود ان کےاپنے سٹینڈرڈز کے حساب سے ضعیف ہے۔

چھوٹی کنیز بچیوں کو بازاروں سے خرید کر مالکوں کا ان چھوٹی بچیوں کا ریپ کرنا

امام عبداللہ ابن ابی زید (جنہیں امام مالک کہا جاتا ہے) اپنے فقہی رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

واستبراء الامة في انتقال الملك حيضة انتقل الملك ببيع أو هبة أو سبي أو غير ذلك. ومن هي في حيازته قدحاضت عنده ثم إنه اشتراها فلا استبراء عليها إن لم تكن تخرج.
واستبراء الصغيرة في البيع إن كانت توطأ ثلاثة أشهر
ترجمہ:
اور ملکیت کی تبدیلی کی صورت میں کنیز باندی کا استبراء ایک حیض (ماہواری) ہے۔ ملکیت تبدیل ہونے کی صورتیں یہ ہیں کہ کنیز باندی کو بیچ دیا جائے، اسے ہبہ (تحفہ) کر دیا جائے، اسے (جنگ میں) پکڑ کر غلام بنایا جائے، یا کسی بھی ایسی اور وجہ سے۔ اگر وہ کنیز بچی (چھوٹی) ہے اور خریدے جانے کے بعد اسے حیض شروع ہوتے ہیں، تو پھر اسے استبراء کی بھی ضرورت نہیں (یعنی نئے مالک کو اس کے ساتھ سیکس کرنے کے لیے ایک

> حیض کے انتظار کی بھی ضرورت نہیں)۔ لیکن اگر اس چھوٹی کنیز بچی کے ساتھ (اس کے حیض شروع ہونے سے قبل ہی اس کا پرانا مالک مباشرت (سیکس) کر چکا ہے، تو پھر اس چھوٹی بچی کو بھی تین مہینے کا استبراء کرنا پڑے گا۔

امام ابن قیم الجوزیہ اپنی مشہور و معروف کتاب 'بدایع الفوائد' میں لکھتے ہیں (لنک):

> وفي الفصول روى عن أحمد في رجل خاف ان تنشق مثانته من الشبق أو تنشق انثياه لحبس الماء في زمن رمضان يستخرج الماء ولم يذكر بأي شيء يستخرجه قال وعندي أنه يستخرجه بما لا يفسد صوم غيره كاستمنائه بيده أو ببدن زوجته أو أمته غير الصائمة فإن كان له أمه طفلة أو صغيرة استمنى بيدها
>
> ترجمہ:
>
> امام احمد بن حنبل سے روایت ہے ہے کہ ایک آدمی انکے پاس آیا جسے یہ ڈر تھا کہ وہ روزے کے دوران اس سے منی کا انزال ہو جائے گا۔ امام احمد نے اس سے کہا: "میری نظر میں وہ روزے کو توڑے بغیر بھی منی خارج کر سکتا ہے۔ وہ اپنے ہاتھ سے اپنی مشت زنی کر سکتا ہے، یا پھر اسکی بیوی اسکی مشت زنی کر دے۔ اور اگر اسکے پاس کنیز باندی ہے، چاہے وہ طفل (بڑی بچی) ہو یا پھر صغیرہ (چھوٹی بچی) ہو، تو وہ بھی اپنے ہاتھوں سے اسکی مشت زنی کر سکتی ہیں۔

ذرا ان چھوٹی بچیوں پر ہونے والے ظلم کا تصور تو کیجئے، کہ آپ کے اندر انسانیت کانپ اٹھے گی۔

پہلے اللہ/محمد نے اس چھوٹی کمسن بچی کو اس کی ماں سے جدا کر کے تنہا غلامی کے بازاروں میں بیچ ڈالا۔
اب یہ بچی نئے مالک کے ہاں، نئے ماحول میں بالکل تنہا ہے، اور مکمل طور پر نئے مالک کے رحم و کرم پر ہے۔

اور ایسے میں یہ نیا مالک اس چھوٹی بچی کا ریپ بھی شروع کر دیتا ہے تو اس بچی پر کیا گذرتی ہو گی۔
اور اگر یہ نیا مالک ساتھ میں ذہنی مریض بھی ہے اور ریپ کے ساتھ ساتھ اس چھوٹی بچی پر تشدد بھی کرتا ہے، تو اس چھوٹی بچی کے تو ماں باپ بھی وہاں موجود نہیں ہیں کہ اپنی چھوٹی بچی کو اس ظلم سے بچا سکیں۔

نیز علی ابن ابی طالب والی روایت کو یاد رکھیے جو اوپر گذر چکی ہے کہ کیسے یہ صحابہ کا معمول تھا کہ وہ قید میں آئی چھوٹی کم عمر بچیوں کا اسی رات ریپ کر ڈالتے تھے کہ جہاں دن میں انہوں نے ان کے باپ اور بھائی کو قتل کیا ہوتا تھا۔ اور رات کو وہ ان چھوٹی بچیوں کو ان کی ماوؤں سے چھین کر ان سے سیکس سروس لے رہے ہوتے تھے۔ اور جب دل بھر جاتا تھا، تو عارضی جنسی تعلق کے بعد وہ ان چھوٹی بچیوں کو وہ دوسرے جہادی کے حوالے کرتے تھے، جو ان کا ریپ کر کے آگے تیسرے جہادی کے حوالے کر دیتا تھا۔

اسلام میں پیدائشی غلامی کی لعنت

مسلمان عذر خواہ بہت دھڑلے سے جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہے ہوتے ہیں کہ اسلام نے سوائے جنگوں کے غلامی کے بقیہ راستے بند کر دیتے۔ مسلمانوں کے اس جھوٹ کے مقابلے میں اصل حقیقت یہ ہے کہ:

1) اسلام ایک جارحانہ مذہب ہے جو کہ غیر حربی قوم پر بھی مسلمانوں کے حملے کو عین حلال قرار دیتا ہے، اور انکی معصوم و بے خطا عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کا حکم دیتا ہے، انکی املاک و جائیداد و پیسے پر قبضہ کرنے اور لوٹ مار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ، تنہا ان معصوم اور بے گناہ عورتوں اور چھوٹے بچوں کوزندگی بھر کے لیے غلام بنا لینا ہی اسلام کی مذمت کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔

2) جنگ کے ساتھ ساتھ اسلام نے 'پیدائشی' غلامی کی لعنت کو بھی مکمل طور پر جاری رکھا ہے۔

3) اسلام کے مطابق غلام مردوں اور غلام باندیوں کے پیدا ہونے والے تمام کے تمام بچے پیدائشی غلام ہی پیدا ہوں گے۔

4) اور پھر یہ "پیدائشی غلامی" کی لعنت آگے بڑھتی ہے اور اسلام نے مالک کو اجازت دی کہ جب بچے کے 2 دانت نکل آئیں، تو مالک اسے باندی ماں سے علیحدہ کر کے بیچ سکتا ہے۔ اور باندی ماں تو پھر اپنے بچے کے 2 دانت نکلنے تک اس کے ساتھ رہ سکتی ہے، مگر بے چارے غلام باپ کو تو مالک بچے کی پیدائش سے پہلے ہی باندی سے علیحدہ کر کے کہیں بھی بیچ سکتا تھا، چاہے باپ نے اپنے بچے کا چہرہ تک نہ دیکھا ہو۔

امیر مسلمان مرد ان چھوٹی بچیوں کو غلامی کے بازاروں سے خریدتے تھے، اور پھر یہ مکمل طور پر اپنے مالک مرد کے رحم و کرم پر پوتی تھیں۔ اسلام نے مالک کو یہ اجازت بھی دی تھی کہ اگر ان چھوٹی بچیوں کوہ وہ اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بنان چاہیں، تو یہ مکمل طور پر ان کے لیے حلال اللہ تھا۔

4) حتیٰ کہ اگر کوئی آزاد شخص بھی کسی دوسرے کی کنیز باندی سے نکاح کرتا ہے، تب بھی اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ کنیز ماں کے مالک کا پیدائشی غلام ہو گا۔ اسی لیے قرآن میں آزاد مسلمان شخص کو مجبوری کی حالت میں کسی دوسرے کی کنیز باندی سے نکاح کی اجازت تو دے دی گئی، مگر قرآن میں ہی اسکی حوصلہ شکنی بھی کی گئی کیونکہ اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ کنیز ماں کے مالک کا پیدائشی غلام ہو گا۔

> (قرآن 4:25) .. (اگر تمہیں نکاح کے لیے آزاد مسلمان عورتیں نہ ملیں تو) باندیوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو ... یہ اس کے لئے ہے جو تم میں سے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ رکھتا ہو، لیکن اگر تم صبر کرو (اور باندیوں سے نکاح نہ کرو) تو یہ بہتر ہے تمہارے لئے۔

اس آیت کے ذیل میں تمام مفسرین یہی وجہ بیان کر رہے ہیں کہ باندیوں سے آزاد مسلمان کا نکاح اس لیے اچھا نہیں کیونکہ اس صورت میں پیدا ہونے والا بچہ غلام ہو گا۔

تفسیر ابن کثیر میں اس آیت کے ذیل میں ابن کثیر لکھتا ہے (لنک):

> لونڈیوں سے نکاح کرنا ان شرائط کی موجودگی میں جو بیان ہوئیں ان کے لئے جنہیں زنا میں واقع ہونے کا خطرہ ہو اور تجرد اس پر بہت شاق گزر رہا ہو اور اس کی وجہ سے سخت تکلیف میں ہو تو بیشک اسے پاکدامن لونڈیوں سے نکاح کرلینا جائز ہے گو اس حالت میں بھی اپنے نفس کو روکے رکھنا اور ان سے نکاح نہ کرنا بہت بہتر ہے **اس لئے کہ اس سے جو اولاد ہوگی وہ اس کے مالک کے لونڈی غلام ہوگی** --- پھر فرمایا اگر تم صبر کرو تو تمہارے لئے افضل ہے اور اللہ غفور و رحیم ہے ، جمہور علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ لونڈی سے نکاح جائز ہے لیکن یہ اس وقت جب آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ ہو اور نہ ہی رکے رہنے کی طاقت ہو ، بلکہ زنا واقع ہوجانے کا خوف ہو ۔ **کیونکہ اس میں ایک خرابی تو یہ ہے کہ اولاد غلامی میں جاتی ہے** دوسرے ایک طرح ہے کہ آزاد عورت کو چھوڑ کر لونڈیوں کی طرف متوجہ ہونا ۔

تفسیر در المنثور میں امام جلال الدین سیوطی نے یہ روایات نقل کی ہیں (لنک):

> ابن المنذر نے عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ لفظ آیت ” وان تصبروا “ یعنی باندی سے نکاح نہ کرنے میں خیر ہے۔ تاہم وہ تمہارے لئے حلال ہیں کیونکہ ان کی اولاد غلام ہوگی۔ ابن جریر وابن ابی حاتم نے سدی رحمۃ اللہ علیہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا کہ اگر تم صبر کرو اور باندی سے نکاح نہ کرو یہ خیر ہے تیرے لئے ورنہ تیری اولاد غلام ہوگی۔۔(٤٠) ابن ابی شیبہ

نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ باندی سے نکاح کرنا مردار، خون اور سور کا گوشت کھانے کی طرح ہے یہ نکاح حلال نہیں مگر مجبور آدمی کے لئے ۔

فتاویٰ ابن تیمیہ، جلد 31، صفحہ 376 اور 377:

ابن تیمیہ کے سامنے سوال پیش کیا گیا: "اگر کسی (آزاد) شخص نے کسی دوسرے شخص کی کنیز سے شادی کی اور اسکے نتیجے میں بچہ پیدا ہوا، تو کیا وہ بچہ آزاد ہو گا یا پھر وہ غلام ہو گا"۔

ابن تیمیہ جواب دیتے ہیں: " ایسی صورت میں وہ بچہ اپنی کنیز ماں کے مالک کا غلام ہو گا اور تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کیونکہ بچہ غلامی یا آزادی میں اپنی ماں کے درجے پر ہوں گے (یعنی ماں اگر غلام ہے تو بچے بھی غلام اور اگر ماں آزاد ہے تو بچے بھی آزاد)

اور ابن تیمیہ اپنے فتاوی کی جلد 35، صفحہ 54 پر لکھتا ہے:

اور جو کنیز عورت کا مالک ہے، وہ اس کنیز عورت سے پیدا ہونے والے بچوں کا بھی مالک ہو گا۔ ماں کی ملکیت اس مالک کو حق عطا کرتی ہے کہ وہ اسکے ان بچوں کا بھی مالک بن جائے گا جو کہ کسی اور سے نکاح کی صورت میں پیدا ہوئے ہوں یا پھر ناجائز حرامی طریقے سے پیدا ہوئے ہوں۔ چنانچہ مالک اپنی باندی کی بیٹی سے جماع (سیکس) کر سکتا ہے کیونکہ وہ بھی اسکی جاگیر ہے، بشرطیکہ وہ اسکی ماں سے اس سے قبل جماع نہ کر چکا ہو۔

مصنف ابن ابی شیبہ، مسئلہ 2696 (لنک):

حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ ، عَنِ الْعُمَرِيِّ ، عَنْ نَافِعٍ ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، قَالَ : وَلَدُ أُمِّ الْوَلَدِ بِمَنْزِلَتِهَا.

ترجمہ:
نافع کہتے ہیں کہ صحابی ابن عمر نے کہا کہ "لونڈی کی (اپنے مالک کے علاوہ اولاد) اپنی ماں کے درجے پر ہے۔

ابن ابی شیبہ نے اس مسئلے کے ذیل میں مزید کئی روایات نقل کی ہیں، اور وہ سب یہی بیان کر رہی ہیں کہ لونڈی کی اولاد اسی کے درجے پر ہے۔

مالک کی مرضی ہے وہ جب چاہے غلام سے اسکی بیوی چھین کر اسکا ریپ شروع کر دے

نہ صرف یہ کہ نکاح جیسی ضرورت پوری کرنے کے لیے غلام اپنے مالک کے پورے رحم و کرم پر ہے، بلکہ نکاح کے بعد بھی مالک کی مرضی ہے کہ وہ جب چاہے بیوی بچوں کو علیحدہ بیچ ڈالے اور غلام کے خاندان کا شیرازہ بکھیر دے۔ اور جب چاہے غلام کی بیوی کو اس سے چھین کر اسکے ساتھ سیکس شروع کر دے۔

صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب 25 (لنک ، تصویری امیج)

وَقَالَ أَنَسٌ: {وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ} ذَوَاتُ الأَزْوَاجِ الْحَرَائِرُ حَرَامٌ إِلاَّ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ لاَ يَرَى بَأْسًا أَنْ يَنْزِعَ الرَّجُلُ جَارِيَتَهُ مِنْ عَبْدِهِ.
ترجمہ:
حضرت انس بن مالک نے فرمایا: ... قرآنی آیت "وما ملکت ایمانکم (سورۃ النساء)" کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کی لونڈی اسکے غلام کے نکاح میں ہو تو اس کو غلام سے چھین کر اس سے صحبت کرے۔

کیا یہ ہی غلاموں کے وہ حقوق ہیں کہ جن کا اسلام ڈھنڈھورا پیٹتا ہے؟

نیز، اسلام عذر خواہ غلامی کے حقوق کے نام پر ڈینگ مارتے ہیں کہ اگر مالک نے اپنی کنیز کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیا ہے تو وہ مالک اس کنیز سے سیکس نہیں کر سکتا۔ مگر یہ عذر خواہ یہ حقیقت نہیں بتلاتے کہ مالک کی مرضی ہے کہ وہ کسی بھی وقت اپنی کنیز باندی کا نکاح توڑ کر نئے مالک کو سیکس بالجبر کے لیے بیچ دے۔

> صحابی عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب لونڈی کو بیچ دیا جائے جبکہ اسکا خاوند بھی ہو تو اسکا نیا آقا اس کے بضعہ (وطی کا محل) کا زیادہ حقدار ہے (یعنی اسے حق ہے کہ خاوند کی بجائے وہ کنیز سے سیکس بالجبر کرے)۔ [تفسیر طبری، روایت 7139 لنک]
>
> صحابی حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ لونڈی کی طلاق کی چھ صورتیں ہیں(مالک کا) اسکو بیچنا اسکی طلاق ہے، اسکو آزاد کرنا اسکی طلاق ہے، (مالک کا) اسکو ہبہ کرنا (یعنی تحفے میں دینا) اسکی طلاق ہے، اسکی برات اسکی طلاق ہے، اسکے خاوند کی طلاق اسکو طلاق ہے۔[تفسیر طبری روایت 7135]

اسلام کا ظلم: مالک چاہے تو باندی سے پیدا ہونے والے اپنے ہی بیٹے/بیٹی کے نسب سے انکار کر کے انہیں ولد الحرام (حرامزادہ) بنا دے

کیا کوئی باپ واقعی اپنی اولاد کو خود حرامزادہ بنا سکتا ہے؟ اور یہی نہیں، بلکہ حرامزادہ بنا کر اپنا ہی غلام/باندی سکتا ہے؟ اور یہ ہی نہیں، غلام اور باندی بنا کر اپنے ہی بیٹے اور بیٹی کو آگے بازاروں میں نیلام کر کے پیسہ کما سکتا ہے؟

یقیناً انسان ایسا سوچ کر ہی کانپ جاتا ہے۔ مگر اسلام میں ایسا ہے کیونکہ محمد صاحب نے غلامی کے معاملے میں اہل کتاب کی موسوی شریعت کو چھوڑ کر زمانہ جاہلیت کے عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا کیونکہ ان قوانین سے زیادہ پیسہ بنتا تھا .

سنن ابن ماجہ، وراثت کا بیان (لنک):

> عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بچہ کا نسب اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس سے ملایا جائے اس طرح کہ اس کے وارث اس کے مرنے کے بعد یہ دعوی کریں کہ یہ اس کا بچہ ہے تو آپ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ جو بچہ ایسی باندی سے ہو جو بوقت صحبت اس کی ملکیت میں تھی تو اس بچے کا نسب اس شخص سے مل جائے گا ... لیکن اگر باپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی باندی سے پیدا ہونے والے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) تو پھر اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہو گا۔
> البانی نے اس روایت پر حسن کا حکم لگایا ہے (لنک)۔
> یہی روایت سنن ابو داؤد میں عمرو بن شعیب سے نقل ہوئی ہے، اور اس پر بھی حسن کا حکم ہے (لنک)

امام سرخسی اپنی کتاب مبسوط السرخسی میں لکھتے ہیں (لنک):

> وولد أم الولد ثابت من المولى ما لم ينفه لأنها فراش له وقال عليه الصلاة والسلام الولد للفراش ولكن ينتفي عنه بمجرد النفي عندنا
> ترجمہ:
> باندی سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کو صرف اس وقت مالک سے جوڑا جائے گا جب وہ مالک اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ باندی اس کے ساتھ ہمبستر ہوئی۔ پھر رسول اللہ علیہ

الصلوۃ السلام نے فرمایا کہ بچے کا نسب مالک سے اس صورت میں نہیں جڑے گا اگر مالک اس کا انکار کر دے۔

اور امام ابن ھمام اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں (لنک):

أم الولد بسبب أن ولدها ، وإن ثبت نسبه بلا دعوة ينتفي نسبه بمجرد نفيه ، بخلاف المنكوحة لا ينتفي نسب ولدها إلا باللعان
ترجمہ:کنیز باندی کا بچہ، جس کی ولدیت اگر بغیر کسی ثبوت کے بھی ثابت ہو سکتی ہو، مگر اگر مالک اسکا انکار کر دے تو بچے کا نسب جاری نہ ہو گا اور یہ حکم (آزاد عورت سے کیے گئے) نکاح کے برخلاف ہے جہاں ایک بچے کی ولدیت سے اُسوقت تک انکار نہیں کیا جا سکتا جبتک کہ "لعان" کی منزل نہ طے کر لی جائے۔

اور امام شوکانی اپنی کتاب نیل الاوطار میں لکھتے ہیں (لنک):

وروي عن أبي حنيفة والثوري وهو مذهب الهادوية أن الأمة لا يثبت فراشها إلا بدعوة الولد ولا يكفي الإقرار بالوطئ ، فإن لم يدعه كان ملكا له
ترجمہ: ابی حنیفہ سے مروی ہے اور الثوری سے بھی اور یہ ھادویہ مذہب ہے کہ کنیز باندی کے بچے کا نسب باپ (مالک) کے دعوے کے بغیر ثابت نہیں ہوتا، اور فقط ہمبستری کر کے وطی کرنا کافی نہیں ہے۔ اور اگر وہ (مالک باپ) نسب کا دعوی نہیں کرتا تو پھر وہ بچہ اُس (مالک باپ) کے لیے غلام بن جائے گا۔

اور فتاوی عالمگیری، جلد 6، کتاب الدعوی (لنک) میں ہے:

اگر مسلمان کی ام ولد (وہ باندی جس سے مالک کی اولاد ہو جائے) مجوسی یا مرتد ہے تو اس کا بچہ مالک کو لازم نہیں ہے۔

انکار کی صورت میں مالک کا اپنا سگا بیٹا اور بیٹی ولد الحرام (حرامزادے) بند جاتے ہیں اور باپ اپنے ہی بیٹے/بیٹی کو بطور غلام/باندی آگے بیچ سکتا ہے۔

کیا آپ کو کسی بھی پہلو سے اپنی اولاد کو غلام/باندی بنانے کا حکم کسی علیم و حکیم اللہ کی دانشمندی کا نتیجہ نظر آ رہے ہیں؟

مسئلہ یہ ہے کہ کوئی ایسا علیم و حکیم اللہ تو موجود نہ تھا، بلکہ محمد صاحب کو اپنی طرف سے وحی بنانی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے زمانے کے کفار کے غلامی کے اصولوں کو اللہ کے نام پر جاری کر دیا۔

اگر محمد صاحب کفار کی بجائے یہود و نصاری کے غلامی کی اصولوں کی ہی پیروی کر لیتے تب بھی اسلامی شریعت میں اپنی ہی اولاد کو غلام/باندی بنا لینے کے احکامات نہ آ پاتے۔

آخر اللہ (یعنی محمد صاحب) کو باندی سے بچے کے نسب کے انکار کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ محمد صاحب نے مالک کو اجازت دی ہوئی تھی کہ وہ جب چاہے اپنے غلام سے اس کی باندی بیوی کو چھین کر اس کا ریپ شروع کر دے ، اور اسے بیچ میں صرف 3 تا 5 دن کے حیض کے خون کا وقفہ دینا تھا۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوتا تھا، تو یقین نہیں ہوتا تھا کہ غلام کا ہے یا پھر مالک کا۔

اسی طرح محمد صاحب نے مسلمان مالکوں کو اجازت دے دی تھی کہ وہ باری باری (درمیان میں 3 دن کے ماہواری کے خون کا وقفہ دے کر) مشترکہ باندی کا ریپ کر سکتے تھے۔ چنانچہ جب بچہ پیدا ہوتا تھا تو اس کے یا تو آفیشلی 2 تا 5 باپ ہو سکتے تھے، یا پھر وہ بچے کے نسب کا انکار کر کے اسے غلام بنا سکتے تھے۔

محمد صاحب نے ایسے بچے کو "ولد الحرام" کا نام جان بوجھ کر دیا، تاکہ حرامی بچہ کہہ کر اس کو جائیداد وغیرہ سے بھی محروم کر دیا جائے۔

اسلام میں غلاموں/باندیوں کو محبت کرنے اور خاندان کا "انسانی حق" حاصل نہیں تھا

•جوان ہونے پر لڑکے اور لڑکی کا محبت میں مبتلا ہونا انسانی فطرت ہے۔

•ایک فیملی اور بچوں کی خواہش انسانی فطرت ہے۔

مگر اسلام میں تو "پیدائشی غلامی" کی لعنت کی وجہ سے بچہ پیدا ہوتے ہی غلام ہو جاتا تھا، یا پھر جنگوں کے بعد تمام چھوٹے قیدی بچوں اور بچیوں کو غلام بنا لیا جاتا تھا، اور وہ اسی غلامی کی حالت میں جوانی کی دہلیز پر قدم رکھ رہے ہوتے تھے۔

اسلام نے ان جوان ہوتے غلام بچوں اور بچیوں پر ظلم کرتے ہوئے ان کی انسانی فطرت ان سے سلب کر لی، ان پر محبت کرنے پر پابندی لگا دی، ان سے فیملی اور بچوں کی خواہش تک چھین لی۔

پتا نہیں اتنے ظلم کے بعد بھی مسلمان کس منہ سے دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام "دینِ فطرت" ہے۔

اسلامی شریعت کے مطابق:

•غلاموں/ باندیوں کو یہ انسانی حق تک حاصل نہ تھا کہ وہ کسی کی محبت میں مبتلا ہوں اور اس سے شادی کر کے اپنی فیملی شروع کر سکیں۔

•بلکہ اسلام نے باندی کے نام پر لڑکیوں کو "سیکس آبجیکٹ Sex Object" بنا دیا جو عارضی جنسی تعلق میں بار بار ریپ کی جاتی تھیں اور پھر بار بار بیچی جاتی تھیں۔ کسی محبت کرنے والے مستقل پارٹنر پر باندی لڑکیوں کا حق تو چھوڑیں، انہیں تو بچہ کی خواہش کا حق تک نہ تھا بلکہ مالک ریپ کر کے عزل سے کام لیتے تھے (یعنی ریپ کے بعد مالک اپنا عضو تناسل باہر نکال کر منی گرا دیتے تھے تاکہ وہ حاملہ نہ ہو سکیں اور ماں بننے کی وجہ سے وہ انہیں

سیکس سروس ڈھنگ سے مہیا نہ کر سکیں، یا آگے بازار میں انہیں بیچنے پر قیمت کم ملے۔

- اور مالک ترس کھا کر غلام کی شادی اپنی کسی باندی سے کروا بھی دیتا تھا، تب بھی مالک کسی بھی وقت اس کے پورے خاندان کو تہس نہس کرتے ہوئے اس کے بچوں کو بیچ ڈالتا تھا اور اسکی بیوی پر قبضہ کر کے اس کا ریپ شروع کر دیتا تھا۔
- اگر کوئی غلام مالک کی مرضی کے بغیر باندی سے اس کی مرضی سے شادی کر لیتا تھا، تب بھی ایسی شادی کو اسلامی شریعت "زنا" کہتی تھی، اور اس پر غلام اور باندی کو کوڑوں کی سزا دیتی تھی۔
- اور اگر باندی کے ہاں بچہ بھی پیدا ہو جاتاتھا، تب بھی مالک ایسی فیملی کو توڑ ڈالتے تھے، اور جب بچہ 6 مہینے کا ہو جاتا تھا (دو دانت نکل آتے تھے) تو مالک بچے کو ماں سے جدا کر کے غلامی کے بازاروں میں بیچ ڈالتا تھا۔
- اور غلام باپ کے پاس تو یہ حق بھی نہ تھا کہ وہ اپنے بچے کو ایک دن بھی اپنے پاس رکھ پاتا، بلکہ مالک تو اس کو بچے کی پیدائش سے قبل بھی اس سے جدا کر کے بیچ سکتا تھا۔

عموما مالک اپنی باندیوں کی شادی صرف ایسے غلام سے ہی کرتے تھے جو کہ صحتمند اور خوبرو ہوتا تھا، تاکہ جب بچہ پیدا ہو، تو وہ بھی صحتمند ہو، تاکہ اسے بیچ کر مالک خوب پیسہ کما سکے۔کیا آپ نے دیکھا کہ مویشیوں کے فارم میں ایک تنومند بیل کو صرف اسی غرض سے رکھا جاتا ہے کہ وہ صحتمند کٹے فراہم کرے۔ یہی حال اسلام نے غلاموں کا بھی کیا ہوا تھا، جہاں باندی عورتوں کو مالک گائے کی طرح بچے پیدا کرنے ، اور اس کے بعد انہیں بیچنے کے لیے استعمال کرتے تھے۔اس سیٹ اپ میں بوڑھے مالک تنومند جوان غلام سے پہلے باندی کا اس کی مرضی کے بغیر ریپ کرواتے تھے، اور جب صحتمند بچہ پیدا ہو جاتا تھا، تو پھر غلام سے باندی کو واپس چھین کر، خود اس کا ریپ کر کے جنسی ہوس کا کھیل شروع کر دیتے تھے۔

یہ ہی وہ فائدے تھے کہ جس کی وجہ سے محمد صاحب نے یہود و نصاری کی موسوی شریعت کو نظر انداز کیا، اور اس معاملے میں غیر مذہب عرب قوانین کو اسلامی شریعت کا حصہ بنایا۔

بیویوں کا سیکس کے لیے تبادلہ نہیں کیا جا سکتا، مگر باندیوں کا سیکس کے لیےتبادلہ بھی درست ہے

تفسیرِ مظہری ہر دیوبندی اور بریلوی مدرسے میں پڑھائی جاتی ہے۔ جلد ، صفحہ 517 پر لکھا ہے (لنک):

> ابن زید نے قول باری تعالی (ولا ان تبدل بھن من ازواج) کے بارے میں یہ کہا ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنی ازواج کا تبادلہ کر لیتے تھے۔ ایک آدمی دوسرے سے کہتا تو میرے ساتھ اپنی بیوی کا تبادلہ کر لے، میں اپنی بیوی کا تبادلہ تجھ سے کرتا ہوں، یونی تو اپنے بیوی سے میرے لیے دستبردار ہو جا اور میں تیرے لیے اپنی بیوی سے دستبردار ہو جاتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ولا ان تبدل بھن من ازواج) ، یعنی اپنی ازواج کا کسی غیر سے تبادلہ نہ کیجئے اس طرح کہ آپ اپنی زوجہ اس کے حوالے کر دیں اور اس کی بیوی خود لے لیں۔ مگر کنیز باندیاں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ یعنی اپنی جس جنیز کے بارے میں آپ چاہیں، تبادلہ کر لیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جہاں تک بیویوں کا تعلق ہے، تو ان کا تبادلہ ہرگز حلال نہیں۔

اسلام نے بوڑھے قیدیوں کو قتل کروا دیا، کیونکہ وہ بطور غلام کام کاج نہیں کر سکتے تھے

محمد صاحب نے دشمن کے بوڑھے افراد کو قتل کرنے کا حکم دے دیا، چاہے انکا تعلق شہری آبادی سےہی کیوں نہ ہو، اور انکا جنگ میں کوئی حصہ نہ بھی ہو۔ اس کی وجہ یہ تھی کیونکہ وہ بطور غلام کام کے قابل نہیں ہوتے اور نہ ہی انہیں بیچ کر پیسے ملتے بلکہ الٹا وہ مالک پر بوجھ ہوتے۔

سنن ترمذی، کتاب ، کتاب السیر (لنک):

> عن سمرة بن جندب أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اقتلوا شيوخ المشركين واستحيوا شرخهم والشرخ الغلمان الذين لم ينبتوا قال أبو عيسى هذا حديث حسن صحيح غريب ورواه الحجاج بن أرطاة عن قتادة نحوه
>
> ترجمہ:
>
> حضرت سمرة بن جندب بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم نے ارشاد فرمایا:"مشرکین کے عمر رسیدہ (ضعیف بوڑھے) افراد کو قتل کر دو البتہ ان کے(نابالغ) بچوں کو زندہ رہنے دو۔"
>
> اس روایت کے عربی لفظ "شرخ"کا مطلب وہ بچے جن کے زیرِ ناف بال نہ اگے ہوں۔
>
> یہ روایت کئی طریقوں سے نقل ہوئی ہے اور مسلم محدثین نے اس پر 'صحیح' کا حکم لگایا ہے (لنک)۔
>
> امام ترمذی نے اس حدیث کو 'حسن صحیح غریب' کہا ہے اور لکھا ہے کہ یہی حدیث حجاج نے قتادہ سے بھی روایت کی ہے۔

ظلم کی یہ داستان پڑھتے ہوئے، کیا آپ کو ان بوڑھے لوگوں کی چیخیں سنائی دے رہی ہیں، جو کہ ذبح ہوتے وقت ان کے حلق سے نکل رہی تھیں؟

مالک اپنے غلام کو مار مار کر قتل کر دے تب بھی مالک پر کوئی حد نہیں

الامان۔۔۔

1.چاروں ائمہ متفق ہیں کہ مالک اپنے غلام کو قتل کر دے تو اس پر کوئی دیت ہے اور نہ ہی کوئی قصاص۔

2.اور اگر کسی دوسرے شخص کے غلام کو بھی کوئی آزاد مسلمان قتل کر دے تو اس پر قصاص میں وہ آزاد شخص قتل نہیں کیا جائے گا۔ وجہ یہ ہے کہ آزاد اور غلام کے رتبے میں فرق ہے۔

3.ائمہ کے نزدیک کسی دوسرے کے غلام کے قتل کی سزا یہ ہے کہ 'آدھی' دیت کی رقم بطور جرمانہ ادا کر دی جائے۔ اور یہ آدھی دیت اس مقتول غلام کے بیوی بچوں کو نہیں ملے گی بلکہ غلام کے مالک کو ملے گی۔

امام ابو حنیفہ کے مطابق اگر مالک اپنے غلام کو قتل کر دیتا ہے تو جواب میں مالک کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الهدایہ میں ہے (لنک):

> ولا يقتل الرجل بعبده ولا مدبره ولا مكاتبه ولا بعبد ولده
> ترجمہ: آزاد مرد کو اپنے غلام کو قتل کرنے کے جرم میں جواباً قتل نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی مدبر غلام کو قتل کرنے پر اور نہ ہی مکاتب غلام کے قتل کرنے پر۔

بقیہ تین آئمہ حنبلی، مالکی اور شافعی کے نزدیک اپنے غلام کے ساتھ اگر آزاد مسلمان کسی دوسرے شخص کے غلام کو بھی قتل کر ڈالتا ہے تب بھی اسکو قصاص میں قتل نہیں کیا جا سکتا۔

امام القرطبی نے اپنی مشہور تفسیر (آیت 2:178) کے ذیل میں اس سلسلے میں فقہاء کی آراء کو جمع کر دیا ہے (لنک):

والجمهور من العلماء لا يقتلون الحر بالعبد ، للتنويع والتقسيم في الآية . وقال أبو ثور : لما اتفق جميعهم على أنه لا قصاص بين العبيد والأحرار فيما دون النفوس كانت النفوس أحرى بذلك ...
ترجمہ: اور جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ آزاد مسلمان کو کسی بھی غلام کے قتل کرنے کے جواب میں ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اوپر موجود آیت میں ان آزاد اور غلام کی تقسیم یوں کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ ابو ثور نے کہا: اور علماء کی اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ غلاموں اور آزاد مردوں کے درمیان کوئی قصاص نہیں ہے کیونکہ غلام رتبے میں آزاد مردوں سے کم ہیں۔۔۔

اور امام عبداللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے)، وہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

ولا يقتل حر بعبد ويقتل به العبد ولا يقتل مسلم بكافر ويقتل به الكافر ولا قصاص بين حر وعبد في جرح ولا بين مسلم وكافر ... ومن قتل عبدا فعليه قيمته
ترجمہ: ایک آزا مرد کو ایک غلام کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی غلام کسی آزاد شخص کو قتل کر دے تو غلام کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر آزاد شخص نے مار مار کر کسی غلام کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر کوئی تلافی نہیں۔ اسی طرح آزاد شخص نے کسی کافر کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر بھی کوئی تلافی نہیں۔۔۔ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کے غلام کو قتل کر دیا ہے تو صرف اس غلام کی قیمت ادا کی جائے گی۔

اور امام شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں (لنک):

وكذلك لا يقتل الرجل الحر بالعبد بحال ، ولو قتل حر ذمي عبدا مؤمنا لم يقتل به۔

ترجمہ: اور کوئی آزاد شخص ایک غلام کو قتل کرنے پر کسی بھی صورت قتل نہیں کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر ایک آزاد کافر ذمی بھی ایک مسلمان غلام کو قتل کر دے تو تب بھی اس ذمی کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

اور فقہ کی کلاسیکل کتاب 'عمدة السالك وعدة الناسك' میں درج ہے (لنک):

ولا تجب الدية بقتل الحربي والمرتد ومن وجب رجمه بالبينة أو تحتم قتله في المحاربة ولا على السيد بقتل عبده.

ترجمہ:

اگر کسی حربی شخص (ایسی قوم کا شخص جن کی مسلمانوں سے دشمنی ہے) کو قتل کر دیا ہے تو اس پر دیت کی رقم ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اور مرتد کے قتل پر بھی دیت نہیں، اور پتھروں سے رجم ہونے والے کی بھی دیت نہیں، اور اسکی بھی دیت نہیں جسے جنگ کے دوران قتل کرنا لازمی تھا، **اور ایک مالک پر اپنے غلام کو قتل کر دینے پر بھی کوئی دیت نہیں۔**

اور حنبلی فقہ کی مشہور کتاب الانصاف میں لکھا ہے (لنک):

وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ وَلَوْ ارْتَدَّ وَلَا حُرٌّ بِعَبْدٍ هذا الْمَذْهَبُ بِلَا رَيْبٍ وَعَلَيْهِ الْأصحاب

ترجمہ: ایک مسلمان کو کسی کافر کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، حتیٰ کہ وہ اسلام سے پھر کر مرتد ہی کیوں نہ ہو گیا ہو۔ اور اسی طرح آزاد شخص کو غلام کو قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا۔ اور یہ ہی بلا شک و شبہ صحیح مذہب ہے جس پر صحابہ کا ایمان تھا۔

نوٹ:

اسلام عذر خواہ عام عوام کو دھوکہ دینے کے لیے 2 روایات پیش کرتے ہیں جو کہتی ہیں کہ غلام کو قتل کر دینے پر آزاد مسلمان کو بھی قتل کیا جا

سکتا ہے۔ مگر یہ دونوں روایات "ضعیف" ہیں۔ اسی وجہ سے چاروں ائمہ کا فتویٰ اسکے خلاف ہے۔

پہلی روایت (لنک): "رسول نے فرمایا جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہم اسے قتل کریں گے۔" سعودی مفتی اعظم البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے (لنک)۔

دوسری روایت (لنک): "رسول نے غلام قتل کرنے والے شخص کو 100 کوڑے مارے۔" امام البانی نے اس پر بہت ضعیف کا حکم لگایا ہے (لنک)

غلاموں کی گواہی قابل قبول نہیں

الامان ... کیا غلام انسان نہیں؟ اگر انسان ہیں تو پھر انکی گواہی قبول کیوں نہیں؟

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں (لنک):

> وقال مالك وأبو حنيفة والشافعي وجمهور العلماء : لا تجوز شهادة العبد
> امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور جمہور علماء کا قول ہے کہ غلام کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

امام شافعی، کتاب احکام القرآن، جلد 2، صفحہ 142 (لنک):

> اور گواہی ہم آزاد مردوں کی طرف سے ہونی چاہیے، غلاموں کی طرف سے نہیں، اور آزاد مرد بھی وہ جن کا تعلق ہمارے دین سے ہو (یعنی غیر مسلم کی گواہی قابل قبول نہیں چاہے وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو)۔

امام عبداللہ ابن ابی زید اپنے مالکی فقہ کے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

> ولا تجوز شهادة المحدود ولا شهادة عبد ولا صبي ولا كافر
> ترجمہ:
> ایسے شخص کی گواہی قبول نہیں جس پر حد جاری ہوئی ہو، یا

> پھر غلامی کی گواہی، یا پھر کمسن بچے کی گواہی یا پھر کافر کی گواہی قابل قبول نہیں۔

اس موضوع پر مزید تفصیلی بحث یہاں پر موجود ہے۔

ایک حدیث میں ایک واقعہ ایسا ملتا ہے جہاں رسول اللہ کے سامنے ایک باندی عورت نے بچوں کو دودھ پلانے (رضاعت) کے معاملے میں گواہی دی تھی جسے رسول نے قبول کیا تھا۔ لیکن مسلمان علماء کے نزدیک یہ استثنائی معاملہ تھا جہاں ایسے چھوٹے معاملات میں ایک باندی کی گواہی قابل قبول ہوتی ہے جو کہ عورت کے جسم کے متعلق ہوتے ہیں۔ مثلاً باندی عورت کہے کہ وہ حیض سے پاک ہے تو اس کا نیا مالک اس کی گواہی قبول کر کے اس سے مباشرت کر سکتا ہے۔

اس ایک واقعہ کے علاوہ قرآن یا لاکھوں حدیثوں میں ایک بھی ایسا واقعہ درج نہیں جہاں کسی عدالت میں حدود کی سزاوؤں، یا کسی مالی معاملات کے مقدمے میں غلاموں کی گواہی کا ذکر ہو۔ یہ خود ثبوت ہے کہ اسلام میں غلام کی گواہی قابل قبول نہیں۔

اور اگر کسی صورت مان بھی لیا جائے کہ اللہ غلام کی گواہی کو قبول کرتا ہے، تو پھر اللہ پر "انتہائی غیر ذمہ داری" کا الزام آتا ہے کہ اللہ نے اپنی تعریفیں بیان کر کر کے قرآن کے 30 سپارے بھر دیے، مگر غلاموں و باندیوں کے حقوق کے متعلق ڈھنگ سے ایک صفحہ بھی قرآن میں نازل نہ کر سکا، جس کا خمیازہ اگلے 1400 سالوں تک کڑوڑوں غلاموں اور باندیوں کو بھگتنا پڑا اور انکی گواہیاں قبول نہ ہوئیں۔

اگر غلام نے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کی تو زنا کے جرم میں اسے کوڑے مارے جائیں گے

غلاموں کی کوئی "پرائیویٹ" زندگی نہیں، کیونکہ اسلام کے مطابق وہ "انسان" ہی نہیں، بلکہ جانوروں اور انسانوں کے درمیان کوئی شے ہیں۔

سنن ابو داؤد، کتاب النکاح (لنک):

> حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ مُكْرَمٍ، حَدَّثَنَا أَبُو قُتَيْبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ نَافِعٍ، عَنِ ابْنِ عُمَرَ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم قَالَ " إِذَا نَكَحَ الْعَبْدُ بِغَيْرِ إِذْنِ مَوْلاَهُ فَنِكَاحُهُ بَاطِلٌ "
>
> عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ” جب غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے “ ۔

سنن ترمذی (لنک):

> قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أيما عبد تزوج بغير إذن مواليه فهو عاهر
>
> ترجمہ: جس نے مالک کے اذن کے بغیر شادی کی، وہ زانی ہے۔

تمام مسلمان فقہاء کا اس پر اجماع ہے۔ امام ابن قیم، امام ابن حزم، ابن تیمیہ، امام مالک، ان سب نے لکھا ہے کہ اگر غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کرتا ہے تو یہ زنا ہے اور غلام کو سزا میں کوڑے مارے جائیں گے، اسے اسکی بیوی سے علیحدہ کر دیا جائے گا، اور وہ عورت بھی زانیہ ٹھرے گی کیونکہ رسول اللہ کا فرمان ہے کہ جس نے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کی وہ فاحشہ ہے۔

کیا اب بھی مسلمان دعویٰ کرتے رہیں گے کہ اسلام نے غلاموں کو تمام "انسانی حقوق" عطا کیے ہیں؟

غلاموں کے فرار روکنے کے لیے اسلام کے ظلم کی وہ انتہا کہ جہاں کوئی دوسرا نہ پہنچ پایا

تاریخ میں ہر جگہ فرار ہو جانے والے غلاموں پر بہت جسمانی ظلم کیا جاتا تھا، تاکہ وہ ایک نمونہ بن سکے اور دوسرے غلام طلم برداشت کرتے رہیں، مگر فرار یا بغاوت کا نہ سوچیں۔ لیکن فرار کے نام پر ظلم کے جو دریا اسلام

نے بہائے، اس انتہا پر کوئی دوسرا نہ پہنچ پایا۔ غلاموں کے فرار اور بغاوت کو روکنے کے لیے محمد صاحب نے ظلم کا "دہرا" نظام تخلیق کیا۔

پہلا نظام: مالک کو اجازت دی کہ وہ دیگر جسمانی سزاوؤں کے ساتھ ساتھ مفرور غلام کو "ذبح" بھی کر ڈالے تو یہ سزا بھی حلال اللہ ہے۔جریر نامی صحابی نے اپنے فرار ہونے والے غلام کو ذبح کر ڈالا تھا۔

دوسرا نظام: مگر فرار اور بغاوت کا راستہ روکنے کے لیے محمد صاحب نے ساتھ میں "نفسیاتی ہتھکنڈہ" بھی اپنایا کہ جو غلام بھی فرار ہونے کی کوشش کرے گا، تو وہ لاکھ نمازیں پڑھے مگر اللہ اس کی نماز قبول نہ کرے گا، بلکہ اللہ کی نظر میں وہ کافر اور مرتد ٹھرے گا، اور قیامت میں دوزخ کی ابدی آگ میں جلایا جائے گا۔

صحیح مسلم، کتاب الایمان (لنک):

> حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ، - يَعْنِي ابْنَ عُلَيَّةَ - عَنْ مَنْصُورِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ جَرِيرٍ، أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ " أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَقَ مِنْ مَوَالِيهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ "
>
> ترجمہ:
>
> جریر کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا: "جو غلام بھی اپنے مالک سے بھاگ جائے، تو اس نے کفر کا ارتکاب کیا، حتیٰ کہ وہ واپس اپنے مالک کے پاس نہ آ جائے۔

سنن نسائی، کتاب تحریم الدم میں ہے کہ صحابی جریر نے اپنے فرار ہو جانے والے غلام کی گردن ذبح کر کے اتار دی (لنک):

> عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم " إِذَا أَبَقَ الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلاَةٌ وَإِنْ مَاتَ مَاتَ كَافِرًا " . وَأَبَقَ غُلاَمٌ لِجَرِيرٍ فَأَخَذَهُ فَضَرَبَ عُنُقَهُ .
>
> ترجمہ:
>
> رسول اللہ فرماتے ہیں: "اگر کوئی غلام فرار ہو جاتا ہے، تو اسکی نماز قبول نہ ہو گی، اور اگر وہ مر گیا تو وہ کفر کی موت مرے گا (چاہے وہ کلمہ شہادت پڑھتا رہے)۔ جریر کا ایک غلام بھاگ گیا۔

تو جب وہ پکڑا گیا تو جریر نے اسے ذبح کر کے اسکی گردن اتار دی۔
سنن نسائی کی اس روایت پر محدثین نے "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

محمد صاحب نے تمام غلاموں کو آزاد کرنے والی وصیت کو نہیں مانا، بلکہ مالک کو انتہائی بری بات کہی

ایک مالک نے وصیت کی کہ اس کے مرنے کے بعد اس کے 6 غلاموں کو آزاد کر دیا جائے۔ مگر محمد صاحب نے اسکے مرنے کے بعد ان 6 غلاموں کو آزاد کرنے سے انکار کر دیا۔

صحیح مسلم، کتاب قسموں کا بیان (لنک):
ایک آدمی نے اپنی موت کے وقت اپنے چھ غلاموں کو آزاد کیا اور اس کا ان کے علاوہ کوئی مال نہ تھا تو انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا اور انہیں تین حصوں میں تقسم کردیا پھر ان کے درمیان قرعہ اندازی کی اور دو کو آزاد کردیا اور چار کو غلام رکھا اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے سخت الفاظ کہے۔
اور سنن ابو داؤد (لنک) میں یہی روایت ان الفاظ میں ہے کہ محمد نے کہا کہ اگر وہ اس کے جنازے کے وقت موجود ہوتے، تو وہ اس شخص کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہی نہ ہونے دیتے۔

محمد صاحب کے مقابلے میں قدیم روم میں بہت سے مالک وصیت کرتے تھے کہ انکے مرنے کے بعد انکے تمام غلام آزاد ہوں گے۔ یہ رسم اتنی بڑھی کی رومی بادشاہ آگسٹس کو اس رسم پر قید لگانی پڑی۔ دوسری قید اسے یہ لگانی پڑی کہ 30 سال سے کم عمر کے غلام آزاد نہیں ہوں گے۔ (لنک)۔ اتنے

بڑے پیمانے پر غلاموں کی آزادی کی مثال اسلام ایک ہزار سال کے بعد بھی پیش نہ کر سکا۔

غلام کے تمام مال اور ترکے پر مالک کا حق ہے

امام شافعی اپنی کتاب 'الرسالہ' میں لکھتے ہیں (لنک):

> ابن عینیہ نے ابن شہاب سے، انہوں نے سالم سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جس نے کوئی غلام خریدا اور اس غلام کی تحویل میں کوئی مال و جائیداد موجود تھا، تو یہ مال بیچنے والے کا ہو گا سوائے اس کے کہ اس تجارتی معاہدے میں اس بات
> کی وضاحت کر دی جائے (کہ یہ جائیداد خریدنے والے کی ہو گی۔) (مسلم، ترمذی، نسائی، ابو داؤد، احمد، مالک)۔
> سنت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضاحت فرما دی کہ غلام مال کا بذات خود مالک نہیں بن سکتا۔ جو کچھ بھی اس کے قبضے میں ہو وہ اس کے مالک کی ملکیت ہی ہو گی۔ مال و جائیداد کی نسبت اس کی طرف اضافی ہے کیونکہ یہ اس کے قبضے میں ہے۔ وہ اس کا مالک نہیں ہے کیونکہ وہ خود مملوک ہے۔ اس کی تجارت ہو سکتی ہے، وہ تحفے میں دیا جا سکتا ہے اور وراثت میں منتقل ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالی نے مرنے والے کی جائیداد کو اس کے زندہ وارثوں کی طرف منتقل کرنے کا قانون دیا ہے۔ جو کچھ اس کی ملکیت تھا وہ مرنے کے بعد اس کے زندہ وارثوں کی طرف منتقل ہو جائے گا۔
> اگر غلام باپ یا کسی اور رشتے کے باعث وراثت میں حصہ دار بنے گا تو وہ اپنا حصہ اپنے مالک کو دے دے گا اگرچہ اس کا مالک مرنے والے کا باپ یا رشتے دار نہیں ہے۔ ہم غلام کو اس لئے حصہ نہ دیں گے کہ وہ باپ ہے بلکہ ہم اس کے مالک کو یہ حصہ دے دیں گے جس پر کوئی فریضہ نہیں ہے۔ اس طریقے

> سے ہم اس شخص کو حق دے رہے ہیں جس کے بارے میں اللہ تعالی نے حق مقرر نہیں کیا ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا، غلام کو حق سے محروم کر رہے ہیں۔
> ہم کسی ایسے شخص کو وراثت میں شریک نہیں کرتے جو آزاد نہ ہو (یعنی غلام ہو)، مسلمان نہ ہو اور مرنے والے کا قاتل نہ ہو۔

امام ابن حزم, المحلی، جلد6، حصہ 9 میں لکھتے ہیں(لنک)

> غلام کو مرتے وقت وصیت لکھنے کا حق نہیں اور نہ ہی وہ کوئی بھی چیز کسی دوسرے کے نام کر سکتا ہے کیونکہ اس کے تمام ترکے پر مالک کا حق ہے۔

انسانی تاریخ میں غلامی کے خلاف 200 کے قریب بڑی تحریکیں، مگر ایک بھی مسلم تحریک نہیں

انسانی شعور نے بیسویں صدی میں جا کر غلامی سے نجات حاصل کی۔ مگر کیا آپ کو علم ہے کہ انسانی تاریخ میں غلامی کے خلاف پوری دنیا میں 200 کے قریب بڑی تحریکیں چلیں۔ ان سب کی تفصیل آپ اس لنک پر پڑھ سکتے ہیں۔

https://en.wikipedia.org/wiki/Timeline_of_abolition_of_slavery_and_serfdom

مگر محمد صاحب نےغلامی کو حلال اللہ اور شریعت کے قانون کے نام پر انسانی شعور کو یوں موت کے گھاٹ اتارا کہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں وسیع و عریض اسلامی سلطنت میں کبھی بھی غلامی کے خلاف ایک تحریک بھی نہیں اٹھی۔

ان 200 تحریکوں کی طویل لسٹ میں ایک بھی مسلم تحریک موجود نہیں۔ کیا یہ کوئی تعجب کی بات ہے؟

اسلام کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا مذہبی سسٹم اتنا جامد ہے کہ اسلام کی اصلاح (Reformation)ناممکن ہے۔ اس کا ایک ثبوت آپ اس غلامی کے مسئلے میں دیکھ سکتے ہیں کہ جہاں خود تو کبھی عالمِ اسلام سے کبھی کوئی تحریک نہ اٹھ پائی، اور جب غیر مذہبی مغربی ممالک نے یہ تحریک بیسویں صدی میں عالمی سطح پر چلائی، تو غلامی کے خاتمے کی سب سے زیادہ مخالفت عالمِ اسلام کی طرف سے ہی کی گئی۔

اسلام عذر خواہ: مغرب کے انسانیت کے علمبرداروں نے فقط اس لیے غلامی کا خاتمہ کیا کیونکہ مشینی انقلاب آ چکا تھا اور غلاموں کی ضرورت نہ رہی تھی

یہ عقل سے عاری دلیل اور فقط بہتان تراشی ہے۔ یقینی طور پر یورپ میں غلامی کے خلاف تحریک کا مشینی انقلاب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ یورپ نے 15 ویں صدی کے بعد مذہب سے چھٹکارا پانا شروع کر دیا اور اسی وقت سے غلامی کے خلاف تحریک بھی یورپ میں زور پکڑتی گئی (لنک)۔

یہ یورپ میں غلامی کے خلاف چلنے والی تحریکوں کی طویل لسٹ ہے۔ مگر مسلمانوں کے لیے یہ انتہائی شرم و ذلت کا مقام ہے کہ اس پوری طویل لسٹ میں غلامی کے خلاف ایک بھی تحریک مسلمانوں کی طرف سے نہیں اٹھی۔

اس طویل لسٹ میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ یورپ کے کئی علاقوں اور ممالک نے 17ویں اور 18ویں اور 19 ویں صدی میں ہی غلامی سے نجات حاصل کر لی تھی۔ جبکہ 'پوری دنیا' میں غلامی کا خاتمہ فقط 20 ویں صدی میں جا کر ممکن ہوا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ بیسویں صدی تک یورپی اقوام بہت مضبوط ہو چکی تھیں اور انہوں نے تقریباً پوری دنیا اور اسلامی ممالک

پر قبضہ کر لیا تھا۔ چنانچہ فقط اسکے بعد انہیں کامیابی ہوئی کہ وہ پوری دنیا سے اس لعنت کا خاتمہ کر سکیں۔

اور یقینی طور پر بیسویں صدی کے آغاز میں اتنی زیادہ آٹومیشن نہیں ہوئی تھی کہ غلاموں اور مزدوروں کی ضرورت ختم ہو جائے۔ بلکہ اسکا الٹ درست ہے کہ صنعتی انقلاب کے بعد تو لیبر ورک کے لیے غلاموں اور مزدوروں کی مانگ میں کئی گنا زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ اسی وجہ سے جب امریکہ نے غلامی پر پابندی لگائی تو وہاں زبردست جنگیں اور خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ بہت خون بہا تو پھر تب جا کر غلامی کا خاتمہ ہوا۔

افسوس کہ اسلام عذر خواہ خود تو کوئی انسانیت والا کام نہیں کر سکتے، مگر جو دوسرے لوگ انسانیت کی بھلائی اور خدمت کریں، تو اس میں وہ ہزار کیڑے نکال سکتے ہیں۔

عراق میں غلامی: کیا داعش قصور وار؟

یزدی عورتوں کے باندیاں بنانے پر سارا قصور داعش کے سر پر ڈال دیا گیا۔ حالانکہ یہ داعش نہیں، بلکہ 100 فیصد اصل قصور وار بذاتِ خود مذہب ہے۔

داعش کھل کر کہتی ہے کہ جو مسلمان کہتے ہیں کہ آج غلامی ختم ہو چکی ہے، تو ایسے مسلمان پکے 'کافر' ہو چکے ہیں کیونکہ وہ اللہ کی شریعت میں سے ایک 'حلال اللہ' کو اپنی جانب سے 'حرام' کر رہے ہیں۔

یہ داعش نہیں، بلکہ بذاتِ خود اللہ کا دعویٰ ہے کہ "شریعت" بنانے والا فقط اللہ ہے، اور کسی کو کوئی حق حاصل نہیں کہ وہ شریعت میں کوئی رد و بدل کرے۔ اور جو ایسا کرے گا، تو وہ تو پکا کافر ہے۔

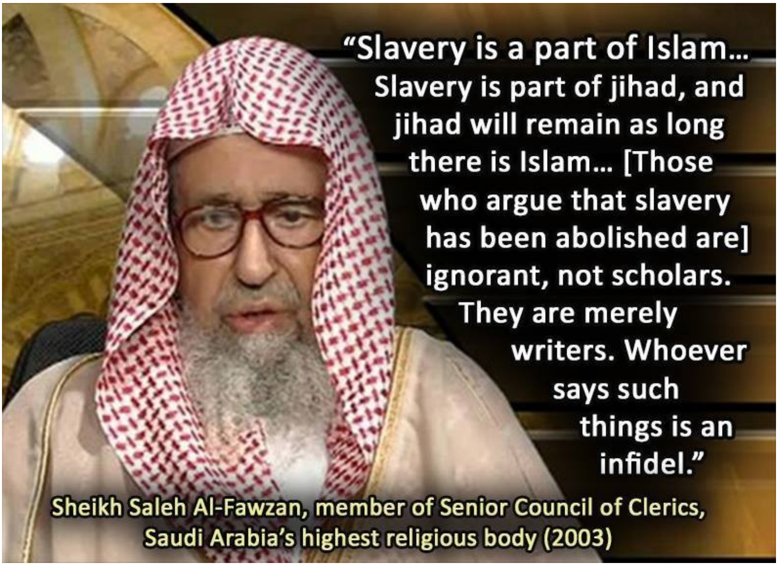
(القرآن 5:44)لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللّهُ فَأُوْلَـئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ

ترجمہ:

اور جو کوئی اللہ کی نازل کی ہوئی شریعت کے مطابق حکم نہیں کرتے پس ایسے ہی لوگ کافر ہیں

داعش کی اس دلیل کے سامنے سارے مسلمان بے بس ہیں۔ انکے پاس دور دور تک کوئی جواب نہیں۔

وارننگ: اسلامی ریاست قائم ہوتے ہی غلامی دوبارہ جاری ہو جائے گی



یاد رکھئے! جب بھی اس دنیا میں کہیں اسلامی خلافت قائم ہوئی، تو 'جہاد' پھر سے جاری ہو گا۔ اور جہاد کے ساتھ لازمی طور پر غلامی بھی دوبارہ وہی عروج حاصل کرے گی جو اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں اسے حاصل رہا۔

اسلام کے مطابق صرف اللہ کو حق ہے کہ وہ شریعت کو بنائے اور اس میں کوئی رد و بدل کرے۔ اگر کوئی مسلمان اگر آج شریعت کے اصولوں میں تبدیلی کرتا ہے، تو وہ کافر ہے۔ چونکہ غلامی کو اللہ نے اسلامی شریعت میں حلال کیا ہے، چنانچہ کسی انسان کو حق حاصل نہیں کہ اس حلال اللہ کو

حرام کرے۔ اسی وجہ سے داعش ان مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں جو غلامی پر پابندی کے قائل ہیں۔

یہی اصول آپ کو سعودیہ کے مفتی شیخ صالح الفوزان کے فتوے میں ملے گا، جہاں وہ کھل کر کہہ رہا ہے کہ جہاد کے جاری ہوتے ہی غلامی بھی جاری ہو جائے گی، اور جو اسکی مخالفت کرے گا، وہ کافر ہے۔ (شیخ صالح الفوزان سعودیہ کی مفتیوں کے اس بورڈ کے ممبر ہیں جو سعودیہ میں سب سے بلند تر مذہبی ادارہ تسلیم کیا جاتا ہے)۔

> https://en.wikipedia.org/wiki/Saleh_Al-Fawzan
> In the tape he was quoted as saying, "Slavery is a part of Islam ... Slavery is part of jihad, and jihad will remain as long there is Islam." As for the modernist interpretation that Islam totally abolished slavery, he dismissed its exponents saying, "They are ignorant, not scholars. ... Whoever says such things is an infidel."

باندی کا ریپ کروا کے مالک کا پیسہ کمانا

مسلمانوں کا کہنا ہے کہ برصغیر میں بازارِ حسن کی رونق شیعہ متعہ تھی۔

مگر یہ بات تاریخی طور پر درست نہیں ہے۔ بازارِ حسن کی رونق کبھی بھی شیعہ متعہ نہیں رہا، کیونکہ برصغیر کی شیعہ کمیونٹی میں کبھی بھی متعہ کا رواج نہیں تھا۔ بلکہ برصغیر کے بازارِ حسن کی رونق ہمیشہ سے اسلامی شریعت کا وہ فتنہ ہے کہ جس کی وجہ سے باندی لڑکیوں کی سیکس کی خاطر بازاروں میں کھل کر خرید و فروخت ہوتی تھی اور انکا متعہ کی طرح کے عارضی جنسی تعلق میں ریپ کروانا حلال اللہ تھا۔

> سنن ابو داؤد، کتاب الطلاق (لنک):
> ایک انصاری کی کنیز رسول کے پاس آئی اور کہا: میرا مالک مجھے بدکاری پر مجبور کرتا ہے۔ اس پر اللہ نے قرآن میں یہ آیت نازل فرمائی: اور اپنی کنیزوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ عفت و پاکدامنی چاہتی ہیں۔(القرآن 24:33)

حیرت کی بات یہ ہے کہ قرآن کا مصنف صرف بدکاری نہ کروانے کی نصیحت کر سکا، مگر ان مالکوں کو پھر بھی سزا نہ دے سکا۔

مگر کیوں؟

تو اس کیوں کا جواب یہ وجوہات ہیں:

1.اسلام میں مالک کو اجازت تھی کہ وہ نہ صرف خود باندی کا ریپ کر سکتا تھا، بلکہ باندی کو اس کی مرضی کے بغیر اپنی کسی بھائی یا دوست یا کسی بھی شخص کو ہبہ (تحفہ) کر سکتا تھا کہ وہ بھی اس کا ریپ کرے۔

2.اور باندی کا ریپ چاہے مالک کرے، یا پھر جس شخص کو ہبہ کی گئی تھی، وہ کرے، دونوں صورتوں میں اسلامی شریعت میں کسی "گواہ" کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثلاً فتاویٰ عالمگیری، جلد 3، صفحہ 268، کتاب الحدود میں ہے (لنک):

> خبرِ واحد امورِ دین و معاملات میں کافی ہے۔ اسی واسطے اگر کوئی باندی کسی شخص کے پاس آئی اور کہا کہ مجھے میرا مولا نے تیرے پاس بطور ہدیہ بھیجا ہے، تو اُس باندی کے قول پر اعتماد کر کے اس سے وطی (سیکس) کر لینا حلال ہے۔

3.اور باندی اور غلام کی "گواہی" اسلامی عدالت میں قبول ہی نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ باندی اور غلاموں کو مالک کے خلاف کسی عدالت میں مقدمہ کرنے کی سرے سے اجازت ہی نہیں تھی۔

ابن قدامہ اپنی کتاب المغنی میں لکھتے ہیں (لنک):

> وقال مالك وأبو حنيفة والشافعي وجمهور العلماء : لا تجوز شهادة العبد
>
> امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور جمہور علماء کا قول ہے کہ غلام کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔

امام شافعی، کتاب احکام القرآن، جلد 2، صفحہ 142 (لنک):

> اور گواہی ہم آزاد مردوں کی طرف سے ہونی چاہیے، غلاموں کی طرف سے نہیں، اور آزاد مرد بھی وہ جن کا تعلق ہمارے دین سے ہو (یعنی غیر مسلم کی گواہی قابل قبول نہیں چاہے وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو)۔

چنانچہ ان وجوہات کی وجہ سے باندی لاکھ بدکاری کے خلاف چیختی رہے، مگر مالک کے خلاف اس کی آواز سننے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اس لیے اللہ/محمد نے recommendation تو کر دی کہ باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو، مگر ان مالکوں کو کوئی سزا نہ دی۔ بلکہ سزا دینا تو درکنار، انہیں عدالت تک میں نہیں بلایا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ جتنے آپ کو کوٹھے ملیں گے، انڈیا سے لیکر پاکستان تک، انکی تاریخ آپ اٹھا کر دیکھ لیں یہاں پر بچیوں کو اغوا کر کے یا پھر غلامی کے بازاروں سے خرید کر لایا جاتا تھا اور بطور کنیز باندی کے انہیں رکھا جاتا تھا اور پھر ان سے گانے و ناچ وغیرہ کروائے جاتے تھے۔ باقاعدہ انکی قیمتیں لگتی تھیں اور یہ عورتیں (کنیزیں) بکتی تھیں۔ یہ بازار عرب معاشرے سے شروع ہوئے اور پچھلی صدی تک جاری رہے۔ مصر، تیونس، مراکش، انڈونیشیا وغیرہ ایسے بہت سے مسلمان ممالک ہیں جہاں پر اہل تشیع آبادی موجود ہی نہیں ہے، مگر اسکے باوجود وہاں صدیوں سے قحبہ خانے اور بازار حسن موجود ہیں اور تمام برائیاں وہاں موجود ہیں۔ اب اسکا الزام شیعہ متعہ پر کیسے لگا کر کیسے فرار ہوں گے؟ چنانچہ مان لیجئے کہ یہ کھوٹھے اور ان میں طوائف کے نام پر ہوتا لڑکیوں پر ظلم اسلامی غلامی کا تحفہ تھے۔

بلکہ بے چاری باندیاں تو ایک طرف رہیں، آزاد مسلمان عورت کا بھی ریپ ہو جائے تو:

1. اس آزاد مسلمان عورت کی اپنی گواہی اپنے ہی ریپ میں اسلامی عدالت میں قبول نہیں ہو گی۔

2.اور دوسری آزاد مسلمان عورتوں نے بھی اگر ریپ کو بطور عینی گواہ ہوتے دیکھ لیا ہے، تب بھی ان تمام کی تمام عورتوں کی گواہیاں اسلامی عدالت میں قبول نہیں ہوں گی۔

3.بلکہ ریپ کا الزام ثابت کرنے کے لیے اس بے چاری عورت کو 4 گواہ لانے ہوں گے۔

4.اور یہ چاروں گواہ مسلمان ہونے چاہیے ہیں۔

5.اوریہ چاروں گواہ "مرد" ہونے چاہیے ہیں۔

6.اور ان چاروں نے ریپ کرنے والے مرد کے penis کو یوں عورت کی شرمگاہ میں داخل اور نکلتے دیکھا ہو جیسا کہ سلائی سرمہ دانی میں داخل ہوتی ہے اور نکلتی ہے۔

ضیاء الحق نے یہ قانون زنا آرڈینس 1979 متعارف کروایا، جس میں علماء نے بعینہ یہ تمام کی تمام شرائط داخ کر دیں (یعنی آزاد مسلمان عورت کی گواہی بھی قابل قبول نہیں، اور چاروں عینی گواہ مرد ہونے چاہیے ہیں وغیرہ وغیرہ)۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان میں جو آزاد مسلمان عورت ریپ ہونے کے بعد عدالت جاتی تھی، اور پھر 4 عینی مرد گواہ پیش نہیں کر پاتی تھی، تو الٹا اسی کو قذف (ریپ کرنےو الے مرد کے خلاف جھوٹے الزام) کے نام پر جیل میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اس طرح سینکڑوں معصوم خواتین ریپ ہونے کے باوجود جیلوں میں بند کر دی گئیں کیونکہ وہ ہمت کر کے اپنے ریپ کرنے والے خلاف اسلامی عدالت پہنچ گئی تھیں۔ (لنک)۔

نیز جماعت اسلامی کے امیر منور حسن کی یہ ویڈیو لازمی دیکھیں، جس سے آپ کو علماء کے موقف کا پتا چلے گا کہ ریپ ہونے کی صورت میں وہ عورت کو کہتے ہیں کہ وہ عدالت ہی نہ جائے۔ جی ہاں، آپ نے بالکل ٹھیک سنا ہے، اسلامی معاشرے میں عورت ریپ ہو جائے تو اسے عدالت ہی نہیں جانا چاہیے۔ خود اس ڈھائی منٹ کی ویڈیو کو لازمی سن لیجئے۔

https://www.youtube.com/watch?v=d-zMp7SLQtw

اسی وجہ سے جب مدینے میں جب لوگ شام کو رفع حاجت کے لیے نکلنے والی عورتوں پر فقرے کستے تھے اور انہیں جنسی طور پر ہراساں کرتے تھے ،

تو نبی صاحب نے ان لوگوں کو کوئی سزا نہیں دی، بلکہ صرف آزاد مسلمان عورتوں کو حکم دیا کہ وہ حجاب کر لیں تاکہ باندیوں سے علیحدہ پہچانی جائیں، اور باندیوں کی طرح ستائی نہ جائیں۔

مسلمان کہتے ہیں کہ یہ جنسی ہراساں کرنے والے لوگ صحابہ نہیں تھے بلکہ منافق تھے۔پہلا مسئلہ ہے کہ مسلمانوں کے پاس کوئی ثبوت نہیں کہ یہ منافق تھے، اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ان لوگوں کو صحابہ کی جگہ منافق مان بھی لیا جائے، تب بھی اصل سوال اپنی جگہ رہتا ہے کہ نبی صاحب نے پھر ان منافقوں کو مسلمان باندیوں کو جنسی ہراستگی کا نشانہ بنانے پر سزا کیوں نہیں دی؟

اسلام میں غلامی کے قوانین یہود و نصاری کے کلچر اور عرب کلچر کا ملغوبہ تھے

مسلمان علماء دوسرا دھوکا یہ دیتے ہیں کہ وہ غلامی کے نام پر فقط کفارِ عرب سے اسلام کا تقابل کر رہے ہوتے ہیں۔ نہیں، اسوقت سرزمینِ عرب پر فقط کفار ہی موجود نہ تھے، بلکہ یہودی اور عیسائی بھی موجود تھے جنکے ہاں بلا شک و شبہ غلامی کی حالت اسلام میں غلاموں کی حالت سے کہیں بہتر تھی۔

اسلام میں غلامی کے قوانین اور کچھ نہیں سوائے کفار اور اہل کتاب کی غلامی کے ملغوبہ کے (یعنی انسانیت کے حوالے سے کچھ بہتر قوانین تو اہل کتاب سے لے لیے گئے مگر بہت سے قوانین کفار کے تہذیب کے جاری رکھے گئے جن میں سے اکثریت انتہائی ظالمانہ اور انسانیت کی تحقیر و تضحیک پر مشتمل قوانین تھے)۔

منکرِ حدیث قرآنسٹ حضرات سے مکالمہ

جب بھی ہم اسلام پر تنقید کرتے ہیں تو قرآنسٹ حضرات آ کر اسلام کا دفاع شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں باندیوں کے متعلق ایسا کچھ نہیں ہے۔

مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں قرآنسٹ حضرات سے کسی بھی مسئلے پر کوئی ثانوی ڈسکشن کرنی ہی نہیں ہے کیونکہ قرآنسٹ حضرات دوغلے سٹینڈرڈز کے حامل ہیں۔ حدیث اور تاریخ میں جو چیز انہیں پسند آتی ہے، اسے فوراً مان لیتے ہیں، جبکہ جو چیز اسلام کا عیوب کا پردہ فاش کرتی ہے، اس کا قرآن کے نام پر انکار کر دیتے ہیں۔

چنانچہ قرآنسٹ حضرات سے ہماری ڈسکشن صرف اور صرف ایک ہی "بنیادی" سوال کے متعلق ہے۔

آپ قرآنسٹ حضرات سے ہمارا بنیادی سوال ہمیشہ سے یہ ہے کہ قرآن تو پھر ایک نامکمل اور ناقص کتاب کہلائے گی کیونکہ یہ کتاب تو اس قابل تک نہیں کہ دل و جان سے اپنے پر ایمان رکھنے والے پچھلے 1400 سالوں میں آنے والے اربوں مسلمانوں کی رہنمائی کر پاتا کہ قیدی عورتوں کا ریپ انسانیت کے خلاف ہے۔

یاد رکھئے کہ پچھلے 1400 سالوں کے یہ مسلمان دل و جان سے اس قرآن پر ایمان رکھتے تھے، اور انہوں نے اپنی پوری زندگیاں اس پر غور و فکر کرنے پر لگا دیں، مگر اس کے باوجود پھر جمیع کے جمیع مسلمان گمراہ ہو کر باندیوں کے ریپ کو حلال اللہ بنا بیٹھے۔

پھر تو قرآن کا اپنا دعویٰ جھوٹا پڑ گیا کہ اللہ نے اس کی آیات کو آسان، واضح اور روشن بنایا ہے۔

قرآن جیسی ضخیم کتاب کو اللہ نے اپنی بڑائی اور بزرگی کے دعوؤں کی تکرار سے بھر دیا، مگر انسانی حقوق، اور خاص طور پر باندیوں کے انسانی حقوق، جو کہ اتنے زیادہ اہم تھے کہ ان پر ظلم کے سب سے زیادہ پہاڑ توڑے جا رہے

تھے، مگر آپ کے اللہ کو پھر بھی خیال نہ آیا کہ وہ اس قرآن جیسی ضخیم کتاب میں باندیوں کے حقوق کے حوالے سے واضح احکامات کو بیان کر دے۔

اللہ کی اس لاپرواہی کی سزا پھر ان کڑوڑوں باندیوں کو اگلے 1400 سالوں تک بھگتنی پڑی۔

اور صرف غیر مذہبی انگریزوں نے آ کر ان باندیوں کو اس عظیم ظلم سے نجات دلائی۔

چنانچہ قرآنسٹ حضرات سے صرف اور صرف اس بنیادی سوال پر ہی مکالمہ ہو سکتا ہے، بجائے کہ غلامی جیسے ثانوی معاملات کے۔

اسلام ریپ کی جانے والی باندیوں کی تعداد پر ہی پابندی لگا دیتا

اسلام نے اگر باندیاں رکھنے کی اجازت دی تھی تو ان کی تعداد پر تو پابندی لگا دیتا . امراء اور بادشاہوں نے ہزاروں کی تعداد میں باندیاں رکھیں حجاج بن یوسف کے حرم میں 537 باندیاں تھیں محمد بن قاسم نے سندھ کی فتح کے بعد مزید عورتیں بھیجیں سپین کے بادشاہ عبدالرحمن سوئم کے حرم میں 6200 باندیاں تھیں ہر عورت کی باری سترہ سال بعد آتی تھی ان پر ظلم الگ سے ڈھائے جاتے تھے اس سے عورتوں کا بے پناہ استحصال ہوا دو کے علاوہ تمام عباسی خلفاء باندیوں کی اولاد میں سے تھے۔

سید نصیر شاہ صاحب اپنی کتاب اسلام اور جنسیات میں لکھتے ہیں:

> سنہرے اسلامی دور کی سنہری باتیں:
> مسلمان سلاطین نے بڑے بڑے 'حرم' بنا کر لاتعداد عورتوں کے باڑے بنا لئے۔ خلیفہ المتوکل کے پاس چار ہزار خواتین تھی۔ کہا جاتا تھا، خلیفہ ان سب سے متمع کرچکا تھا۔ سپین کے
> عبدالرحمان سوم کے حرم میں چھ ہزار تین سو کنیزیں تھی۔ جو شاہی عیش سامانیوں کے لئے جمع کی ہوئی تھی۔ عثمانی خلفا کے حرم میں کنیزوں کی تعداد تین سو سے بارہ سو تک رہتی

تھی۔ ان عورتوں کی نگرانی پر سینکڑوں خواجہ سرا مقرر ہوتے۔
برصغیر میں بھی مسلمان بادشاہوں کے حرم میں سینکڑوں عورتیں ہوتی تھی۔
یہ عورتیں بے حثیت اور بے قدر ہوتی۔۔ زرا سا شک ہونے پر اس کا گلہ گھونٹ کر یا زہر دے کر مار دیا جاتا تھا۔ ان کنیزوں کا کوئی وارث رشتے دار نہیں ہوتا تھا۔ سلاطین عثمانیہ میں کنیزوں کو قتل کرنے کا طریقہ بورے میں ڈال کر سی دیا جاتا تھا۔اور سمندر میں پھینک دیا جاتا تھا۔ جب دل بھر جاتا، نئی کنیزوں کی کھیپ لانی ہوتی۔ تب بھی پچھلی کنیزوں کا قتل کر دیا جاتا۔
کنیزیں وہ عورتیں ہوتی، جو 'اسلامی' جنگوں میں دوسری قوموں کی اٹھا کر لے آئی جاتی، یہ بد نصیب اور مصیبت زدہ عورتیں اپنے پیچھے بار بار یاد آنے والا ماضی اپنے عزیز و اقارب اور اپنے محبت بھرے تعلقات چھوڑ کر آتی۔ منڈیوں میں بکتی، ذلت آمیز سلوک کا سامنا کرتی۔ ان کی حثیت کھلونوں جیسی ہوتی۔ جس سے جنس کے مارے مسلمان امرا کھیلا کرتے۔
خاندانی بیوی اور کنیزوں کی چپقلش ہوجاتی۔تب بھی ان کو قتل کروا دیا جاتا۔ ایک بار خلیفہ ہارون رشید کسی مغنیہ پر فریفتہ ہوگیا۔۔تو ملکہ زبیدہ نے اس کی توجہ ہٹانے کے لئے دس دوشیرہ کنیزیں نذر کی۔ جب جنگیں نہ ہونے کی وجہ سے کنیزوں کی سپلائی رک جاتی، تو غلاموں اور کنیزوں کی خرید و فروخت کا کاروبار کرنے والے عورتوں اور بچوں کو آس پاس کے قبائل سے پکڑ لاتے۔۔۔بچوں کو گھڑ سواری ، تیر اندازی، فن سپاہ گری میں طاق کیا جاتا اور اٹھائی گئی عورتوں کو بناو سنگار، خوش گلوئی، رقص اور موسیقی سکھائی جاتی۔۔اور پھر ان کو آقاوں کے پاس بیچ دیا جاتا۔۔۔انہی کنیزوں کے کئی بچے بعد میں بادشاہ اور امرا بنے۔۔محمود غزنوی غلام کا بیٹا اور کنیز ماں کے بطن سے تھا۔۔۔
(سید نصیر شاہ۔۔اسلام اور جنسیات)

ابن بطوطہ: ہندوستان میں مسلمان حکمرانوں کا ہندو شہزادیوں کو باندی بنا کر انکا ریپ کرنا

ابن بطوطہ نے جو اپنا سفرنامہ لکھا ہے، اس کا انگریزی ترجمہ کیا جا چکا ہے۔ ابن بطوطہ سلطان محمد تغلق کے متعلق لکھتا ہے:

> (On the festivels of Eid) ... Then the musicians and dancers come in. First of all the daughters of the infidel Indian kings who have been taken as captives of war during that year and whom, after they have sung and danced, then Sultan presents to the amirs and to the distinguished foreigners, then after them the rest of the daughters of the infidels and thesee, after they have sung and danced, he gives to his brothers and kinsmen and relatives by marriage and to the sons of the maliks. The Sultan's session for this purpose takes place after the hour of afternoon prayer. Then on the next day also, after the hour of afternoon prayer, he holds a session after the same manner, to which are brought singing girls whom, after they have sung and danced, he gives to the amirs of the mamluks.
> Online Reference:
> The Travels of Ibn Battuta, A.D. 1325-1354, Volume 3, page 667 and 668

مسلمانوں کے پیش کردہ بہانوں کا تجزیہ:

مسلم دعوی: صرف اسلام نے آ کر غلاموں سے اچھے سلوک کا حکم دیا

مشینوں کے حقوق نہیں ہوتے، اسی طرح غلاموں کے کوئی حقوق نہیں تھے، مشینوں کو تیل اور آرام اس لیئے دیا جاتا ہے کہ کارآمد رہیں ، اگرمشین خراب ہو جائے تو کاٹھ کباڑ میں بیچ دی جاتی ہے، لوہے کی بھٹی میں پگھلا

دیا جاتی ہے، اور کوئی اس کی بربادی پر آنسو نہیں بہاتا۔ غلاموں کے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا تھا، ان میں مشینوں جتنی برداشت نہیں تھی، روتے بھی تھے، خدا سے التجائیں دعائیں بھی مانگتے تھے، مگر خدا کہاں تھا؟ خدا نے گناہ سے نجات کا راگ تو خوب الاپا مگر غلامی سے نجات کے معاملے میں اس کی زبان آج تک گنگ ہے

اسلام جوغلاموں سے اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے، تو یہ کوئی نئی چیز نہیں بلکہ صدیوں پہلے بہت سے کلچرز تھے جو کہ غلاموں کو حقوق دیتے تھے۔ انسانی فطرت شروع دن سے انسانی عقل کو اشارہ دیتی رہی کہ غلامی اچھی چیز نہیں۔ اور یہودیوں اور عیسائیوں میں بھی مسلمانوں سے بہتر احکامات موجود تھے کہ غلاموں کو اپنا سگا بھائی سمجھو۔

مثلاً عہد نامہ جدید (New Testament) کے مطابق مالکوں کو کہا گیا ہ وہ اپنے غلاموں کی خدمت اپنے سگے بھائیوں سے بھی بڑھ کر کیا کریں، اور انہیں ڈرایا اور دھمکایا نہ کریں:

> Masters were told to serve their slaves "in the same way"[88] and "even better" as "brothers",[89] to not threaten them as God is their Master as well.
> (Ref: Slavery in the New Testament)

غلاموں سے اس اچھے سلوک کی ہدایات اور قوانین آپ کو اسلام سے قبل کے معاشروں میں عام مل جائیں گے۔

مسلم دعویٰ: صرف اسلام نے غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی

اسلام عذر خواہ بڑے فخر سے کہتے ہیں کہ اسلام نے پہلی مرتبہ غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی۔ مگر یہ غلط ہے اور اصل حقیقت یہ ہے کہ ہزاروں سال پرانی کافر تہذیبوں اور اہل کتاب میں انسانیت کے نام پر غلاموں کو آزاد کیا جاتا تھا جسکے متعلق آپ یہاں (لنک)تفصیل سے پڑھ سکتے ہیں۔

اور حتیٰ کہ پیغمبر اسلام کے وقت کے کافر معاشرے میں بھی اچھے کام کرنے پر غلاموں کو آزاد کر دینے کا رواج موجود تھا۔

جب ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ نے انہیں یہ محمد کی پیدائش کی خبر دی، تو اس خوشخبری ملنے پر ابو لہب نے ثبوبیہ کو آزاد کر دیا۔ صحیح بخاری (لنک)

اسی طرح صحیح بخاری میں ہے کہ حکیم بن حزام نے دور جاہلیت میں ایک سو غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا تاکہ اپنے دیوی دیوتاوؤں کو خوش کر سکیں۔

صحیح بخاری، کتاب العتق (لنک):

> أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِزَامٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِائَةَ رَقَبَةٍ
> عروہ روایت کرتے ہیں کہ حکیم بن حزام نے زمانہ جاہلیت میں سو غلام آزاد کئے

جبکہ بنی اسرائیل میں 7 سال خدمت کے بعدبنی اسرائیل کے غلاموں اور کنیزوں کو خودبخود اچھے طریقے سے کچھ دے دلا کر آزاد کر دینے کا حکم تھا (حوالہ: بائیبل، استثنا باب 15)۔

اور قدیم یونان میں بھی (اسلام سے ہزار سال قبل ہی) غلاموں کو اچھے سلوک کی وجہ سے آزادی دے دی جاتی تھی۔ اگر غلام کے پاس پیسہ ہوتا تھا تو وہ نہ صرف یہ کہ اپنی آزادی خرید لیتا تھا، بلکہ اپنے کئی ساتھیوں کو بھی آزاد کروا لیتا تھا۔ بہت سے رومی مالک وصیت کرتے تھے کہ انکے مرنے کے بعد انکے تمام غلام آزاد ہوں گے۔ یہ رسم اتنی بڑھی کی رومی بادشاہ آگسٹس کو اس رسم پر قید لگانی پڑی۔ دوسری قید اسے یہ لگانی پڑی کہ 30 سال سے کم عمر کے غلام آزاد نہیں ہوں گے۔ (لنک)۔ اتنے بڑے پیمانے پر غلاموں کی آزادی کی مثال اسلام ایک ہزار سال کے بعد بھی پیش نہ کر سکا۔ زیادہ سے زیادہ اسلام نے ام ولد کا تصور دیا۔ یعنی یہ کہ وہ کنیز باندی جس سے بچہ پیدا ہو، وہ مالک کے مرنے کے بعد آزاد ہو جائے گی۔ مگر یہ تصور بھی پیغمبر اسلام محمد کا دیا ہوا نہیں، بلکہ خلیفہ دوم جناب عمر ابن الخطاب کا دیا ہوا تھا، اور بنیادی طور پر اسلامی شریعت میں ایک بدعت ہے۔

مسلم دعوی:اسلام نے سب سے پہلے مکاتبت کے ذریعے غلام آزاد کیے

اسلام عذر خواہ سب سے زیادہ مکاتبت کے حوالے سے فخر کرتے ہیں کہ اسلام کا انقلاب یہ تھا کہ وہ غلاموں کو مکاتبت کی اجازت دیتا ہے (مکاتبت یہ ہے کہ غلام اپنے مالک سے معاہدہ کرے کہ وہ محنت مزدوری کر کے مالک کو ایک مقررہ رقم ادا کر کے اپنی آزادی خرید لے گا)۔ مگر اس موقع پر یہ عذر خواہ عام مسلمان عوام کو یہ نہیں بتلا رہے ہوتے کہ یہ کوئی نئی چیز نہیں کہ جس پر اسلام فخر کر سکے، بلکہ صدیوں پرانی روایت تھی جو کہ کفارِعرب کے کلچر کا حصہ تھی اور حتیٰ کہ عرب کے کفار بھی غلاموں کو یہ حق دیتے تھے کہ وہ مکاتبت کر کے آزادی حاصل کر سکیں (لنک)، اور اسی زمانہ جاہلیت کے عرب کلچر سے محمد صاحب نے اس کو نقل کیا۔
اور قدیم یونان میں اسلام سے ایک ہزار سال قبل ہی غلام اپنی آزادی خرید سکتے تھے (لنک)۔
نیز اسلام کے مطابق مالک پر لازم نہیں تھا کہ وہ اپنے غلام سے ہر صورت مکاتبت کرے، بلکہ یہ مالک کی مرضی ہے کہ وہ اس پر مانے یا پھر نہ مانے۔

> موطاء امام مالک (لنک):
> کہا مالک نے ہمارے نزدیک یہ حکم ہے اگر غلام اپنے مولیٰ کو کہے مجھ کو مکاتب کر دے تو مولیٰ پر ضروری نہیں خواہ مخواہ مکاتب کرے اور میں نے کسی عالم سے نہیں سنا کہ مولیٰ پر جبر ہو گا اپنے غلام کے مکاتب کرنے پر۔

چنانچہ مکاتبت کے ذریعے غلاموں کی آزادی اسلام کا کارنامہ نہیں تھا، بلکہ اسلام سے پہلے سے اس کا رواج چلا آ رہا تھا، اور وہیں سے محمد صاحب نے اس کو نقل کیا۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے آ کر پہلی مرتبہ Debt Slavery کا خاتمہ کیا

یہ مسلم دعویٰ بھی بالکل غلط ہے۔

جبکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے 1200 سال قبل ہی یونان میں Debt Slavery کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔ بلکہ تاریخ میں کئی جگہوں پر اس Debt Slavery کا خاتمہ ہوا۔ یہ سب تفصیل آپ اس طویل لسٹ میں دیکھ سکتے ہیں (لنک)۔

مسلم دعوی: آیت 4:25 باندی کا ریپ نہیں بلکہ اس سے صرف "نکاح" کرنے کی اجازت دیتی ہے

اصل میں یہ مسلم دعوی نہیں ہے کہ فقط آج کے "منکرینِ حدیث قرآنسٹ" حضرات کا دعویٰ ہے۔

یہ آیت مالک کے اپنی باندی سے جنسی تعلق رکھنے کے متعلق نہیں ہے، بلکہ مسلمان امت کا 14 صدیوں سے اجماع ہے کہ مالک اپنی باندی سے بغیر نکاح اور بغیر مرضی کے جنسی تعلق رکھ سکتا ہے۔

بلکہ یہ آیت 4:25 ایک ایسے آزاد، مگر غریب مسلمان کے متعلق ہے کہ جس کے پاس آزاد عورت سے نکاح کرنے کرنے اور پھر اس کا خرچہ اٹھانے کی سکت نہ ہو۔ تو پھر ایسے غریب آزاد مسلمان کو کہا جا رہا ہے کہ وہ دوسرے آزاد مسلمان کی باندی سے نکاح کر لے۔ مگر ساتھ میں اسے یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ اگر وہ "صبر" کر سکے اور باندی سے نکاح نہ کرے، تو یہ صبر کرنا اس کے حق میں زیادہ بہتر ہے۔

قرآن 4:25:

اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) سے نکاح کرنے کا مقدور نہ رکھے تو مومن لونڈیوں میں ہی جو تمہارے قبضے میں آگئی ہوں (نکاح کرلے) اور خدا تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو **تو ان لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں سے**

اجازت حاصل کرکے نکاح کر لو اور دستور کے مطابق ان کا مہر بھی ادا کردو ... یہ (لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی) اجازت صرف اس شخص کو ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو، **لیکن (اگر باندی سے نکاح کرنے کی بجائے) صبر کرو (یعنی باندی سے نکاح نہ کرو) تو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے۔**

اس آیت میں جو باندی سے نکاح کرنے کی بجائے صبر کرنے کو جو بہتر بتلایا جا رہا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ آزاد مرد اگر کسی دوسرے کی باندی سے نکاح کرتا ہے اور پھر بچہ پیدا ہوتا ہے، تو اسلام کے مطابق وہ بچہ پیدائشی طور پر باندی ماں کے مالک کا غلام پیدا ہو گا۔ چنانچہ اگر ایک غریب آزاد مسلمان مرد یہ نہیں چاہتا کہ اس کی اولاد کسی دوسرے کی غلام پیدا ہو، تو وہ دوسروں کی باندی سے نکاح نہ کرے، بلکہ "صبر" کرے۔ تمام مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں یہی چیز بیان کی ہے۔

ابن کثیر اس آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتا ہے (لنک):

پھر آیت ہے کہ لونڈیوں سے نکاح کرنا ان شرائط کی موجودگی میں جو بیان ہوئیں (صرف) ان کے لئے ہے کہ جسے زنا میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ ہو اور تجرد رہنا جس پر بہت شاق گزر رہا ہو اور اس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہو تو بیشک اسے (دوسرے لوگوں کی) پاکدامن لونڈیوں سے نکاح کرلینا حلال ہے، گو اس حالت میں بھی اپنے نفس کو روکے رکھنا اور ان (باندیوں) سے نکاح نہ کرنا زیادہ بہتر ہے اس لئے کہ **اس سے جو اولاد ہوگی وہ اس کے مالک کے لونڈی غلام ہوگی۔**

چنانچہ یہ آیت مالک کے باندی سے نکاح کو ثابت نہیں کر رہی ہے، بلکہ اسلام کی ایک اور برائی کو سامنے لا رہی ہے جہاں باندیوں سے نکاح کی حوصلہ شکنی کی جا رہی ہے کیونکہ اسلام اس طرح معصوم پیدا ہونے والے بچے کو خود بخود پیدائشی غلامی کی زنجیریں پہنا دیتا ہے۔

مسلم دعوی: اسلام نے آ کر پہلی مرتبہ "ام الولد" باندی کو آزادی دی

اسلام عذر خواہ "ام ولد" کنیز کی آزادی کے حوالے سے بھی فخر کرتے ہیں کہ مالک کے مرنے کے بعد وہ آزاد ہوتی ہے (ام ولد ایسی کنیز کو کہا جاتا ہے جس نے مالک کے بچے کو جنا ہو)۔

پہلی بات:

یہ بات درست نہیں ہے کہ اسلام نے ام ولد کو آزادی دی۔ شریعت وہ ہے جو اللہ وحی کے ذریعے محمد پر نازل کرتا تھا۔ مگر اللہ نے اپنی شریعت میں وحی کے ذریعے ام ولد کو آزادی نہیں دی۔ بلکہ اس معاملے میں بھی محمد صاحب موسوی شریعت کو چھوڑ کر عرب کے جاہل معاشرے کے قوانین کی پیروی کر رہے تھے کہ جہاں:

1. مالک کو اجازت ہوتی تھی کہ وہ اپنی زندگی میں ہی ایسی ام الولد باندی کو بیچ دے۔
2. یا پھر مالک ایسی باندی کی شادی اس کی مرضی کے برخلاف کسی بھی شخص یا اپنے کسی غلام سے کر سکتا تھا۔
3. اور مالک کے فوت ہونے کے بعد بھی ام الولد کو آزادی نہیں ملتی تھی، بلکہ وہ بطور ترکہ مالک کے تمام بچوں کے حصے میں بطور باندی آتی تھی اورہ وہ اسے بیچ کر رقم کو آپس میں تقسیم کر لیتے تھے۔

محمد اور ابو بکر کے بعد جب عمر خلیفہ بنے تو انہوں نے پہلی مرتبہ صحابہ کو ام ولد بیچنے سے منع کیا کیونکہ عمر کو پتا چلا کہ اُس وقت کی ترقی یافتہ اور تہذیب یافتہ تہذیبوں میں ام الولد کو بیچا نہیں جاتا تھا۔ وگرنہ پیغمبر اسلام کے زمانے میں ام ولد کوبیچ دیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہ تو عمر ابن خطاب کی "بدعت" ہے، جہاں انہوں نے شریعت کے "حلال اللہ" (یعنی ام الولد کے بیچے جانے) پر پابندی لگا دی۔

سنن ابن ماجہ (لنک):
جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ، يَقُولُ كُنَّا نَبِيعُ سَرَارِينَا وَأُمَّهَاتِ أَوْلاَدِنَا وَالنَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم فِينَا حَيٌّ لاَ نَرَى بِذَلِكَ بَأْسًا .
ترجمہ:
صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم اپنی باندی عورتوں اور ام الولد باندیوں کو رسول اللہ کے عہد میں (بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچ ڈالتے تھے، اور ہم انہیں بیچنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے۔
اس روایت کو بھی سعودی مفتی البانی نے "صحیح" قرار دیا ہے (لنک)

مسلم بہانہ: جابر کو ام الولد کو بیچنے کے نسخ کا علم نہیں رہا ہو گا

جابر کی اس روایت کے ذیل میں مسلمانوں نے بطور بہانہ یہ درج کیا ہے (لنک):

> اس حدیث کا جواب علماء نے یوں دیا ہے کہ جابر رضی اللہ عنہ کو نسخ کی خبر نہیں ہوئی، پہلے ام ولد کی بیع جائز رہی ہو گی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا ہو گا، اور دلیل اس کی یہ ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا، جیسے جابر رضی اللہ عنہ نے متعہ کے باب میں بھی ایسی ہی روایت کی ہے کہ ہم متعہ کرتے رہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے شروع خلافت میں، پھر عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا، حالانکہ متعہ کی حلت بالاجماع منسوخ ہے، اور جابر رضی اللہ عنہ کو اس کے نسخ کی اطلاع نہیں ہوئی، اسی طرح اس (ام الولد کو بیچنے کی) ممانعت کی بھی ان کو خبر نہیں ہوئی ہو گی۔

یہ مسلمانوں کی طرف سے کوئی "دلیل یا ثبوت" نہیں، بلکہ فقط ان کے علماء کا "قیاسی بہانہ" ہے کہ جابر کو شاید محمد صاحب کے زمانے میں اس

کے نسخ کا علم نہ ہوا ہو گا۔ اور متعہ کے تو محمد صاحب کے اپنے زمانے میں حرام ہونے پر روایات موجود ہیں، جبکہ ام الولد کے محمد صاحب کے زمانے میں بیچنے پر ممانعت کے حوالے سے سرے سے کوئی دوسری روایت موجود ہی نہیں ہے۔

نیز جابر سے دوسری روایت صحیح طریقے سے منقول ہے جہاں ایک بار پھر وہ واضح کر رہے ہیں کہ ام الولد کے بیچنے کا یہ سلسلہ محمد اور ابو بکر کی خلافت کے زمانے میں بھی جاری تھا، اور صرف عمر ابن خطاب نے جا کر اپنے دور میں اس پر پابندی لگائی۔

> سنن ابو داؤد (لنک):
> عن جابر بن عبد الله قال بعنا أمهات الأولاد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وأبي بكر فلما كان عمر نهانا فانتهينا
> ترجمہ:
> صحابی جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ کے عہد میں ام الولد باندیوں کو (اپنے بچوں سے علیحدہ کر کے) بیچا کرتے تھے اور ابو بکر کے دور میں بھی، مگر پھر عمر ابن خطاب نے اپنے دور میں اس سے منع کر دیا اور پھر ہم اس سے رُک گئے۔
> سعودی مفتی البانی نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

دوسری بات:

اگرچہ کہ عمر ابن خطاب نے ام الولد کے بیچنے پر پابندی لگا دی تھی، مگر خود مسلمان علماء کے مطابق اس کے باوجود مالک کو حق تھا کہ خود اپنا بچہ پیدا کرنے کے بعد اپنی ام ولد باندی کواپنی زندگی میں کسی اور شخص سے بیاہ دے (چاہے اس میں ام الولد باندی کی مرضی شامل ہو یا نہ ہو) اور اس شخص سے حق مہر کی رقم حاصل کرے اور پھر اس شخص کے بچے اپنی ام ولد باندی سے پیدا ہونے دے۔ (فتاویٰ عالمگیری (جلد 6, صفحہ 162)

یہی بات ابراہیم نخعی (تابعی) کے اس فتوے میں موجود ہے، کہ اگرچہ کہ عمر ابن خطاب نے اپنے دور میں ام الولد باندی کی فروخت پر پابندی لگا دی تھی، مگر اس کے باوجود مالک کو اجازت ہوتی تھی کہ اپنی ام الولد کی شادی کسی اور آزاد شخص یا اپنے غلام سے کر دے۔

مصنف ابن ابی شیبہ (لنک):

> حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلاَمِ بْنُ حَرْبٍ ، عَنْ مُغِيرَةَ ، عَنْ إبْرَاهِيمَ ؛ فِي الرَّجُلِ يُزَوِّجُ أُمَّ وَلَدِهِ عَبْدَهُ فَتَلِدُ لَهُ أَوْلاَدًا ، قَالَ : هُمْ بِمَنْزِلَةِ أُمِّهِمْ ، يَعْتِقُونَ بِعِتْقِهَا وَيُرَقُّونَ بِرِقِّهَا ، فَإِذَا مَاتَ سَيِّدُهُمْ عَتَقُوا.
>
> ابراہیم نخعی نے ایسی صورت کے بارے میں فتوی دیا جس میں ایک شخص نے اپنی ام ولد کی شادی اپنے غلام سے کر دی تھی اور پھر اس غلام میں سے اس کی اولاد بھی پیدا ہو گئی تھی۔ انہوں نے کہا، "وہ اپنی ماں کے درجے پر ہوں گے۔ جب تک وہ غلامی کی حالت میں رہے گی، یہ بھی غلام رہیں گے اور جب وہ مکمل آزاد ہو جائے گی تو یہ بھی آزاد ہو جائیں گے۔ جب ماں کا آقا فوت ہو گا تو یہ سب کے سب آزاد ہو جائیں گے۔"

تیسری بات:

اسلام نے تو مالک کو حق دے دیا تھا کہ وہ اپنے ہی بچے کے نسب کا انکار کر کے بچے کو باندی کا "ولد الحرام" بنا دے، اور یوں باندی کے "ام الولد" ہونے کا بھی خاتمہ ہو جائے۔

کیا کوئی باپ واقعی اپنی اولاد کو خود حرامزادے بنا سکتا ہے، اور پھر بطور غلام/باندی آگے بیچ سکتا ہے؟

یقیناً ایسا سوچ کر ہی ہر کوئی کانپ جاتا ہے۔

مگر اسلام میں ایسا ہے کیونکہ محمد صاحب زمانہ جاہلیت کے غلامی کے اصولوں کی پیروی کر رہے تھے۔

سنن ابن ماجہ، وراثت کا بیان (لنک):

عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس بچہ کا نسب اس کے باپ کے مرنے کے بعد اس سے ملایا جائے اس طرح کہ اس کے وارث اس کے مرنے کے بعد یہ دعوی کریں کہ یہ اس کا بچہ ہے تو آپ نے اس کے بارے میں یہ فیصلہ فرمایا کہ جو بچہ ایسی باندی سے ہو جو بوقت صحبت اس کی ملکیت میں تھی تو اس بچے کا نسب اس شخص سے مل جائے گا ... **لیکن اگر باپ نے اپنی زندگی میں ہی اپنی باندی سے پیدا ہونے والے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا (کہ یہ میرا بچہ نہیں ہے) تو پھر اس بچے کا نسب باپ سے ثابت نہیں ہو گا۔**
البانی نے اس روایت پر حسن کا حکم لگایا ہے (لنک)۔
یہی روایت سنن ابو داؤد میں عمرو بن شعیب سے نقل ہوئی ہے، اور اس پر بھی حسن کا حکم ہے (لنک)

امام سرخسی اپنی کتاب مبسوط السرخسی میں لکھتے ہیں (لنک):

وولد أم الولد ثابت من المولى ما لم ينفه لأنها فراش له وقال عليه الصلاة والسلام الولد للفراش ولكن ينتفي عنه بمجرد النفي عندنا

ترجمہ:

باندی سے پیدا ہونے والی اولاد کے نسب کو صرف اس وقت مالک سے جوڑا جائے گا جب وہ مالک اس کا انکار نہیں کرتا کیونکہ وہ باندی اس کے ساتھ ہمبستر ہوئی۔ پھر رسول اللہ نے فرمایا کہ بچے کا نسب مالک سے اس صورت میں نہیں جڑے گا اگر مالک اس کا انکار کر دے۔

اور امام ابن ہمام اپنی کتاب فتح القدیر میں لکھتے ہیں (لنک):

أم الولد بسبب أن ولدها ، وإن ثبت نسبه بلا دعوة ينتفي نسبه بمجرد نفيه ، بخلاف المنكوحة لا ينتفي نسب ولدها إلا باللعان

ترجمہ:کنیز باندی کا بچہ، جس کی ولدیت اگر بغیر کسی ثبوت کے بھی ثابت ہو سکتی ہو، مگر اگر مالک اسکا انکار کر دے تو بچے کا نسب جاری نہ ہو گا اور یہ حکم (آزاد عورت سے کیے گئے) نکاح کے برخلاف ہے جہاں ایک بچے کی ولدیت سے اُسوقت تک انکار نہیں کیا جا سکتا جبتک کہ "لعان" کی منزل نہ طے کر لی جائے۔

چوتھی بات:

ایک طرف اسلام ہے جو کہ ام الولد کو بیچ ڈالتا ہے، اس کا نکاح دوسرے شخص سے کر دیتا ہے، یا سرے سے ہی مالک بچے کے نسب کا انکار کر کے ساتھ میں باندی کے ام الولد ہونے کا بھی انکار کر دیتا ہے۔

دوسری طرف یہود و نصاری ہیں کہ جہاں باندی سے باقاعدہ مالک کو شادی کرنی پڑ رہی ہے، جس کے بعد سرے سے ایسی باندی کو آگے بیچا ہی نہیں جا سکتا، چاہے اس باندی سے مالک کا کوئی بچہ پیدا بھی نہ ہو، بلکہ اس کی حیثیت خودبخود آزاد بیوی جیسی ہو جاتی ہے۔

تیسری طرف آج کا غیر مذہبی مغربی نظام ہے جس نے انسانیت کے نام پر انسانی عقل کا استعمال کرتے ہوئے غلامی کا خاتمہ کر ڈالا۔

اسلام کا ان مختلف تہذیبوں سے تقابل کرنے کے بعد آپ خود انصاف کر سکتے ہیں کہ آیا واقعی ام الولد کسی بھی طرح اسلام کا کارنامہ ہے، یا پھر اسلام کا باندی پر ظلم۔

نوٹ:

مسلمان سنن ابو داؤد کی ایک روایت نقل کرتے ہیں جس میں محمد صاحب نے ام الولد کو مالک کی موت کے بعد آزاد کرنے کی ترغیب دی۔ مگر یہ روایت ضعیف ہے (لنک)۔ پھر ابن عباس سے بھی دو روایات گھڑی گئیں کہ ام الولد آزاد ہے، مگر یہ دونوں روایات بھی ضعیف ہیں (حدیث 1 اورحدیث 2)۔

مسلم دعویٰ : اسلام نے غلامی کا "بتدریج خاتمہ" کیا تھا

مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا یکسر خاتمہ نہیں کیا، بلکہ اسکے "بتدریج خاتمے" کے احکامات دیے۔

مسلمانوں کا یہ دعویٰ سراسر غلط اور جھوٹ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے غلامی کا "بتدریج خاتمہ" نہیں، بلکہ غلامی میں "بتدریج اضافہ" کیا۔ پیغمبر اسلام کی اپنی زندگی میں ہی غلاموں کی تعداد میں دن دگنا اور رات چوگنا اضافہ ہونا شروع گیا۔ یہی اضافہ خلفائے راشدین کے دور میں ہوتا رہا۔ اور پھر امت مسملہ کی پوری 1400 سالہ تاریخ میں یہ اضافہ جاری رہا۔ مسلمانوں کی تاریخ کا کوئی ایک ایسا دور بھی نہیں جہاں کبھی بھی غلاموں کی تعداد میں کمی ہوئی ہو، یا پھر غلامی کی تجارت پر پابندی لگی ہو اور غلامی کے بازاروں کا خاتمہ ہوا ہو۔

بلکہ ہندوستان میں اشوکا اعظم کے زمانے سے ہی غلاموں کی تجارت اور بازاروں پر پابندی تھی۔ لیکن 800 سال بعد جب مسلمان ہندوستان پر قابض ہوئے، تو انہوں نے ہندوستان میں ایک بار پھر غلاموں کی تجارت اور بازاروں کو جاری کر دیا۔

چنانچہ اصل حقیقت یہ ہے کہ اسلامی شریعت نے غلامی کا ہرگز بتدریج خاتمہ نہیں کیا، بلکہ جوں جوں اسلام طاقت پکڑتا گیا، توں توں اسلام شریعت غلامی میں "بتدریج اضافہ" کرتی گئی، غلامی کی تجارت اور غلامی کے اسلامی بازاروں کو چار چاند لگتے گئے۔

محمد صاحب نے کہیں پر بھی یہ احکامات نہیں دیے کہ معیشت کی بہتری کی صورت میں بعد میں آنے والے مسلمان اور خلافتیں غلامی کا خاتمہ کریں، یا انکی تجارت اور بازاروں پر پابندی لگائیں۔ بلکہ اس کا الٹ ہوا کہ محمد صاحب کی تعلیمات کے نتیجے میں مسلمان خلفاء کے حرم میں باندیوں کی تعدا سینکڑوں، بلکہ کچھ کیسز میں ہزاروں تک جا پہنچی، اور غلاموں کی تجارت کا یہ عالم تھا کہ اسلامی ریاست میں موجود غلاموں کے نیلامی کے بازار پوری دنیا میں مشہور تھے۔

سمجھ نہیں آتا کہ پھر اسلام عذر خواہ کیسے اتنے دھڑلے سے یہ سفید جھوٹ بولتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا بتدریج خاتمہ کیا؟

مسلم دعویٰ : اسلام نے سوائے جنگوں کے، بقیہ غلامی کے راستے بند کر دیے

اسلام عذر خواہ ڈینگ مارتے ہیں کہ اسلام نے کسی کو اغوا کر کے اسے غلام و کنیز بنانے پر پابندی لگا دی ہے۔
جواباً عرض ہے کہ:

- یہ اغوا نہ کرنے والی پابندی تو پہلے سے اہل کتاب میں موجود تھی۔
- اور Debt Slavery پر بھی بہت سے ریاستوں میں اسلام سے قبل ہی پابندیاں تھیں۔
- چنانچہ اس چیز کی ڈینگ مارنے کی بجائے آپ عوام کو یہ کیوں نہیں بتلاتے کہ مسلمانوں کو کھلی چھٹی تھی کہ وہ غیر ملکوں میں جا کر ایسے سینکڑوں ہزاروں اغوا شدہ غلام اور کنیز باندیاں خریدتے پھریں، اور پھر کھلی چھٹی تھی کہ انہیں اسلامی خلافت میں لا کر سرِ بازار شہوت زدہ مسلمانوں کو فروخت کریں۔
- ایسے ہزاروں 'خواجہ سراوؤں' اور ہزاروں لاکھوں کنیزوں کو باہر سے لا کر مسلمان امراء اپنا منہ کالا کرتے تھے۔
- اور اگلا مسئلہ ہے اسلام میں "پیدائشی غلامی" کا، جس کے تحت غلاموں کے پیدا ہونے والے بچے بھی پیدائشی غلام ہی پیدا ہوتے تھے۔ اسلام نے ہرگز اس پیدائشی غلامی کے فتنے کا خاتمہ نہیں کیا۔
افسوس کہ مسلمان اسلام کے متعلق یہ حقیقت چھپا کر اسلام کے دفاع کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں، جو کہ صریحاً بددیانتی ہے۔
- اگلا مسئلہ ہے کہ Debt Slavery کو بھی اسلام سے 1200 سال قبل ہی پہلی مرتبہ یونان میں بند کر دیا گیا تھا۔ اور اسکے بعد بھی کئی جگہوں پر یہ پابندی برقرار رہی۔ (تفصیلات اوپر دیکھئے)۔

مسلم دعویٰ: اسلام نے غلاموں کو ہیجڑہ بنانے کی اجازت نہیں دی

یہ دعویٰ بھی مکمل طور پر درست نہیں ہے۔

اسلام نے مسلمانوں کو کھلی اجازت دی ہے کہ وہ دوسرے ممالک سے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں غلام خریدیں، چاہے وہ ایسے غلام ہی کیوں نہ ہوں کہ جن کے خصیے کاٹ کر انہیں ہیجڑا (خواجہ سرا) ہی کیوں نہ بنا دیا گیا ہو۔

اس حلال اللہ کی وجہ سے اسلامی خلافتوں کی حالت یہ تھی حرم میں موجود بیویوں اور باندیوں پر نظر رکھنے کے لیے خلفاء اور سلاطین اور امراء ہزاروں کی تعداد میں ایسے غلاموں کو دوسرے ممالک سے درآمد کرتے تھے کہ جن کے خصیے کاٹ کر انہیں خواجہ سرا بنایا گیا ہوتا تھا۔ بلکہ مسلمانوں کی وجہ سے ڈیمانڈ میں اتنا اضافہ ہوتا تھا کہ دوسرے ممالک میں بڑے پیمانے پر یہ چیز پریکٹس کی جاتی تھی تاکہ مسلمانوں کی ڈیمانڈ کو پورا کیا جا سکے۔

مسلم دعویٰ : مسلمانوں کا قیدی عورتوں کا باندی بنا کر سیکس کرنا ان عورتوں کو پروٹیکشن مہیا کرنا تھا

افسوس ہی ہے مسلمانوں کی اس چالاکی پر کہ جہاں عورت کے خلاف کیے گئے جرائم کو ہی وہ پروٹیکشن کا نام دے رہے ہیں۔

یعنی عورت کو تحفظ چاہیے تھا کہ:

- کوئی انہیں غلامی کے بازاروں میں ننگا نہ بیچے،
- کوئی انہیں بار بار مختلف مردوں کو سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور نہ کرے۔
- کوئی زندگی بھر کے لیے انہیں غلام نہ بنائے۔
- کوئی ان سے جبراً مزدوری نہ کروائےٰ۔
- کوئی اس کے بچے اس سے جدا نہ کرے۔

•کوئی اس کے بچوں کو "پیدائشی غلامی" میں نہ دھکیلے۔

لیکن پروٹیکشن کے نام پر تو اسلام خود ہی ان عورتوں کو ان تمام کے تمام جرائم کا نشانہ بنا رہا ہے۔ اسلام نے انہیں زندگی بھر کے لیے غلام بنایا، ان کو ننگا غلامی کے بازاروں میں بیچا، ان کا مختلف مالکوں سے ریپ کروایا، ان سے جبری مزدوری کروائی، ان کے بچوں کو پیدائشی غلام بنایا، ان کے بچوں کو ان سے چھین کر غلامی کے بازاروں میں بیچ ڈالا۔

اس سے زیادہ تذلیل اور اس سے زیادہ ظلم عورت پر ممکن ہی نہیں کہ اس کے باپ، بھائی،، شوہر اور بیٹوں کو ذبح کر کے اسی رات کو انہیں سیکس سروس مہیا کرنے پر مجبور کیا جائے۔

مسلمانوں سے کہیں زیادہ پروٹیکشن تو یہود وہ نصاری نے ان بے بس عورتوں کو دی کہ کم از کم ایک مہینہ تو اپنے گھر والوں کے قتل پر غم منانے کے لیے دے دیا۔ اور پھر شادی کر کے اسے آزاد عورت کے برابر حقوق دے دیے کہ جہاں کوئی دوسرا اب اس کو سکس سروس مہیا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔

اگر اسلام کو واقعی عورت کو تحفظ دینا ہوتا تو اسے جنگ کے بعد ان عورتوں کے تمام مال و اسباب اور جائیداد اور گھروں کو لوٹنا ہی نہیں چاہیے تھا۔

اگر تحفظ دینا تھا تو پھر ان عورتوں کو انفرادی افراد کے ہاتھون میں دینے کی بجائے حکومت کو اپنی تحویل میں رکھنا چاہیے تھا اور انہیں پوری آزادی دینی چاہیے تھی کہ وہ جس سے چاہیں مرضی شادی کریں اور اگر اپنے رشتے داروں کے پاس کہیں اور جانا چاہیں تو بغیر کسی فدیے وغیرہ کے آزادی سے جا سکیں۔

اور تو اور چھوٹے بچوں اور بچیوں تک کو زندگی بھر کے لیے غلام بنا لیا جاتا تھا، اور انہیں ان کی ماوؤں سے علیحدہ کر کے آگے بیچ ڈالا جاتا تھا۔

مسلم دعویٰ : ہزاروں کنیزوں کی تجارت اسلام کا قصور نہیں بلکہ امراء کا قصور تھا

اسلام عذر خواہ بہانہ بناتے ہیں کہ ان ہزاروں غلاموں اور کنیزوں کی تجارت کا بھیانک کھیل مذہب اسلام کا قصور نہیں بلکہ مسلمان امراء اسکے ذمہ دار ہیں۔

چیلنج:

ان عذر خواہوں کو چیلنج ہے کہ دکھا دیں کہ پچھلی 1400 سالہ تاریخ میں کب اور کہاں مسلمان علماء و فقہاء نے ایسی بھیانک تجارت کو اسلام میں 'حرام' قرار دیا ہو؟ آج تک ایک ایسا فقیہ پیدا نہیں ہوا، بلکہ سب نے اسے شریعت کا 'حلال اللہ" بتلایا۔

یہ فقہی تو ایک طرف رہے، بذاتِ خود پیغمبرِ اسلام کھل کر ایسی تجارت کرتے تھے۔ پیغمبرِ اسلام نے سانحہ بنو قریظہ میں باندیاں بنائے جانے والی یہودی (اہلِ کتاب، اللہ کو ماننے والی) خواتین کو لے جا کر نجد کے علاقے کے 'کافروں (خدا کے منکروں)' کو بیچ دیا۔

مسلم دعویٰ : شریعت میں غلامی "حکم" نہ تھا بلکہ "اجازت" تھی

مسلم دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام نے غلامی کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ یہ فقط ایک "اجازت" تھی۔ یہ ایسا ہے کہ جیسے مرنے کا خوف ہو تو گدھے کے گوشت کھانے کی بھی "اجازت" ہوتی ہے۔

جواب:

یہ مسلمانوں کا ایک عجیب دعویٰ ہے۔ اسلام میں غلامی کی "عام اجازت" تھی جسے "مباح" کہا جاتا ہے۔ جبکہ گدھے کا گوشت "کراہت" کے زمرے میں آتا ہے۔ یہ حکم اور اجازت والی بحث بالکل ہی لغو ہے۔

یہ بالکل ایسے ہی ہے کہ جیسے کہ اسلام میں "گوشت" کھانے کا "حکم" نہیں ہے، بلکہ "عام اجازت" ہے۔ اسی طرح کی بالکل "عام اجازت" غلامی کے

متعلق بھی ہے کہ جس طرح مسلمان گوشت خرید کر کھا سکتے ہیں، اسی طرح وہ باندی عورتوں کو خرید کر ان کا ریپ کر سکتے ہیں۔

مسلم دعویٰ : قرآن نے غلامی ختم کرنے کے لیے حکم دیاکہ قیدیوں کو احسان کر کے یا پھر فدیہ کے کر آزاد کر دو (آیت 47:4)

مسلمان دعویٰ کرتے ہیں کہ قرآن کی آیت 47:4 میں اللہ نے ہمیشہ کے لیے غلامی کا خاتمہ کر دیا۔

> (قرآن 47:4) تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا
> ہے یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کرلو تو مضبوط باندھو
> پھر اس کے بعد چاہے احسان کرکے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو

یہ بہانہ چالاک مسلمانوں کے دھوکے کی عمدہ مثال ہے جہاں وہ پچھلا پورا پس منظر غائب کر گئے۔ اور پس منظر کے ساتھ ساتھ بعد کے واقعات کو بھی ہضم کر گئے۔

پس منظر:

جنگ بدر میں 70 کفار مارے گئے اور 70 ہی قریب قیدی بنا لیے گئے۔

چونکہ یہ پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ مسلمانوں کے ہاتھ قیدی لگے تھے، چنانچہ انہیں پتا نہیں تھا کہ وہ ان قیدیوں کا کیا کریں، انہیں جان سے مار ڈالیں، یا انہیں زندگی بھر کے لیے غلام بنا لیں، یا ان کا فدیہ لے لیں۔

ابو بکر نے تجویز پیش کی کہ ان کا فدیہ لے کر انہیں رہا کر دیا جائے تاکہ مسلمانوں کے ہاتھ پیسہ آ سکے اور اہل مکہ کوئی نئی انتقامی جنگ بھی نہ کریں۔ جبکہ عمر ابن خطاب نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ان قیدیوں کی گردن اڑا دی جائے، چنانچہ علی اپنے بھائی عقیل کو ذبح کریں، عمر اپنے رشتے دار کو قتل کریں، اور محمد کے چچا عباس اور حمزہ (جو اُس وقت کافر تھے اور جنگ بدر میں قیدی بن گئے تھے) انہیں بھی قتل کیا جائے، کیونکہ یہ ہی مشرکوں کے سردار ہیں۔

عباس اور حمزہ کے قتل کے نام پر محمد کو عمر ابن خطاب کی تجویز اچھی نہ لگی اور انہوں نے اس لیے فدیہ لینے کا حکم دے دیا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجہاد ، اور مسند احمد)۔

ابن کثیر نے ذکر کیا ہے کہ کیسے محمد کو عباس کے قتل کی فکر لگی ہوئی تھی اور کیسے محمد نے انہیں بطور احسان آزاد کروا لیا (تفسیر ابن کثیر، آیت 8:67):

> ان قیدیوں میں عباس بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں آپ کو بھی یہ حال معلوم تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔ اس پر حضرت عمر نے فرمایا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اجازت دی حضرت عمر انصار کے پاس آئے اور کہا عباس کو چھوڑ دو انہوں نے جواب دیا واللہ ہم اسے نہ چھوریں آپ نے فرمایا گو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رضامندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو آپ اب انہیں لے جائیں ہم نے بخوشی (بطور احسان) چھوڑا۔

چنانچہ یہ وہ موقع تھا جب محمد صاحب نے دعوىٰ کیا کہ اللہ نے ایت 47:4 نازل کی ہے، جس میں بطور فدیہ یا احسان کے تمام قیدی رہا کرنے کا حکم ہے۔

مگر بات یہاں پر بھی آ کر نہیں رکی۔ جب عباس وغیرہ آزاد ہو گئے، تو اب محمد صاحب کو مکہ کے ان مشرکین سے انتقام لینے کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ ان کے رشتے دار نہیں تھے اور مکہ میں ان کی مخالفت کرتے تھے۔
چنانچہ اب محمد صاحب نے کہا کہ پرانی آیت 47:4 منسوخ ہو گئی ہے، اور نئی آیت 8:67 نازل ہوئی ہے جس کے مطابق پیغمبر کی شان یہ ہے کہ وہ قیدیوں کا پہلے اچھی طرح خون بہائے۔

> (قرآن 8:67) کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرلے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے تم لوگ دنیا کا مال چا ہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے

چنانچہ اس آیت کے نزول کے دعوے کے بعد محمد صاحب نے بطور فدیہ اور احسان ان قیدیوں کو رہا نہیں کیا، بلکہ کھل کر ان کا خون بہایا۔

نیز محمد صاحب نے ایک نیا حکم جاری اور کر دیا کہ بطور احسان قیدیوں کو مزید رہا نہ کرو، بلکہ ہر صورت پیسے حاصل کرو، اور جو قیدی غربت کی وجہ سے فدیہ ادا نہ کرے، تو اسے قتل کر ڈالو۔

تاریخ طبری، جلد 2، صفحہ 159 اور 160 (لنک):

> اس کے بعد رسول اللہ نے (پچھلا حکم منسوخ کر کے) فرمایا:
> "تم لوگ غریب ہو، اس لیے بغیر فدیے کے کسی کو رہا نہ کیا جائے، اور جو فدیہ نہ دے سکے، اسے قتل کر دیا جائے۔

یاد رہے کہ قیدیوں کا قتل صرف آج ہی "انسانی جنگی جرم' نہیں مانا جاتا، بلکہ یہ اتنا مکروہ فعل ہے کہ زمانہ جاہلیت کے عرب بھی اسے قبیح ترین فعل مانتے تھے۔ بعد کچھ علماء نے قیدیوں کے قتل کو ایک استثنی بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی، مگر یہ بالکل ناکام کوشش ہے کیونکہ قرآن کے مطابق **اللہ کی خوشنودی** اور **نبی کی شان** اس میں تھی کہ قیدیوں کا خوب خوب کثرت سے خون بہایا جائے۔اسی لیے محمد صاحب نے بعد میں بنو قریظہ کے 800 قیدیوں کو بھی ذبح کروا دیا تھا۔

چالاک مسلمان یہ بات بھی ساتھ میں نہیں بتاتے کہ بعد میں محمد نے اس احسان والی آیت پر عمل نہیں کیا (یعنی محمد نے شاید ہی شاذ و نادر کسی قیدی کو بعد میں بطور احسان رہا کیا ہو، حالانکہ انہوں نے پھر جنگوں میں ہزاروں کی تعداد میں مردوں، عورتوں اور بچوں کو غلام بنایا)۔

اور بات یہاں پر ہی نہیں رکی، بلکہ آگے ایک اور Turn بھی آیا۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح ملی تھی، مگر اس کے بعد جب جنگ احد ہوئی، تو اس میں مسلمانوں کو بری طرح شکست ہوئی اور کئی مسلمان مارے گئے، حالانکہ احد کے موقع پر بھی محمد نے اللہ کے نام پر آیات نازل کروائی تھیں کہ اللہ فرشتوں کو مدد کے لیے بھیج رہا ہے۔ چنانچہ اس شکست اور فرشتوں کے مدد کے لیے نہ پہنچنے کا بہانہ اس دفعہ مسلمانوں ایک جھوٹی روایت گھڑ کر پیش کیا کہ چونکہ جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں نے تمام قیدیوں کو قتل کرنے کی بجائے فدیہ لے لیا تھا، اس لیے اللہ نے غضبناک ہو کر جنگ احد میں مسلمانوں کو شکست سے دوچار کروایا، اور وعدے کے باوجود فرشتوں کو مدد کے لیے نہیں بھیجا۔

> سنن ترمذی، کتاب السیر ، نسائی فی السنن الکبری، ابن کثیر ، آیت 8:67 کے ذیل میں (لنک):
> حضرت علی کہتے ہیں کہ جبرائیل آئے اور کہا کہ اپنے صحابہ کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک کو پسند کر لیں۔ اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں، اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی صحابہ شہید ہو جائیں گے۔ صحابہ نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے۔
> البانی نے اس روایت کو "صحیح" کہا ہے (ارواء الغلیل)

حدیثیں مسلمانوں کے اپنے گھر کی باندی ہیں، جسے وہ جیسے چاہتے تھے گھڑتے تھے۔ یہ پورا فنِ حدیث گھڑا ہی اس لیے گیا تھا تاکہ مذہب کے تضادات پر اٹھتے اعتراضات کے لیے بہانے گھڑے جا سکیں۔

مگر جھوٹ پھر جھوٹ ہوتا ہے اور اپنے تضادات کی وجہ سے پھر بھی پہچانا جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہوا کہ فدیہ لینے کی اجازت تو خود قرآن کے مصنف (یعنی محمد) نے قرآن میں نازل کروا دی تھی، اور دوسری آپشن احسان کے ذریعے رہا کرنے کی تھی۔ ان دونوں ہی صورتوں میں کوئی "خون" نہیں بہہ رہا تھا۔

چنانچہ حدیث سازوں کو یہ نظر نہیں آیا کہ یہ صحابہ کا فیصلہ نہیں تھا، بلکہ خود قرآن کے مصنف کا فیصلہ تھا۔

چلیں اگر مان بھی لیں کے صحابہ نے فدیے کا فیصلہ کیا تھا، تب بھی اگلا سوال اٹھ کھڑا ہو گا کہ پھر قرآن کا مصنف جنگ احد میں فرشتوں سے مدد کرنے کی بشارت کیوں دے رہا ہے جبکہ محمد اور صحابہ کو تو پہلے سے علم ہونا چاہیے تھا کہ اس جنگ میں انہیں شکست ہو گی اور انکے 70 صحابی مارے جائیں گے؟ دوسری بات یہ ہے کہ فدیہ احسان نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ جب فدیہ لے کر چھوڑ رہے تھے، تو وہ کوئی احسان نہیں کر رہے تھے۔

مسلم عذر: بنو المصطلق اور قبیلہ ہوازن (حنین) کے قیدیوں کو بطور احسان رہا کیا گیا

مسلمانوں کا دعوی ہے کہ بنو المصطلق کے 100 قیدیوں کو بطور احسان رہا کیا گیا۔ ثبوت کے طور پر وہ یہ روایت پیش کرتے ہیں۔

سنن ابو داود، کتاب العتق (لنک):

> رسول اللہ نے جویریہ کو پیشکش کی کہ وہ پیسہ دے کر انہیں آزاد کر دیتے ہیں، اور اس کے بدلے جویریہ ان سے شادی کر لیں۔ جویریہ اس بات پر راضی ہو گئیں۔ عائشہ کہتی ہیں کہ جب لوگوں نے یہ سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جویریہ سے نکاح کرلیا تو انہوں نے وہ تمام قیدی (بنی مصطلق کے) جو ان کے قبضہ میں تھے، انہیں آزاد کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ تو حضور کے سسرال والے ہیں ہم نے کوئی عورت اتنی برکت والی نہیں دیکھی اپنی قوم پر جویریہ سے زیادہ کہ ان کے سبب سے بنی المصطلق کے 100 قیدی آزاد ہوگئے۔

جواب:

پہلا مسئلہ یہ ہے کہ اس روایت کو "ابن اسحاق" نے بیان کیا ہے، جو کہ خود مسلمانوں کے سٹینڈرڈز کے مطابق اسکی "عن" سے بیان کردہ حدیث "صحیح" نہیں ہے۔ سنن ابو داؤد کی شرح "عون المعبود (لنک)" میں اس روایت پر تنقید کرتے ہوئے لکھا گیا ہے:"(عن ابن إسحاق) هو محمد بن إسحاق بن يسار وروايته عند المؤلف بالعنعنة")

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی ہی دیگر روایات اس سے مختلف کہانیاں سنا رہی ہیں۔ کوئی روایت کہتی ہے کہ یہ ان عورتوں کو بطور احسان رہا نہیں کیا گیا، بلکہ یہ ان کے یہودی رشتے دار تھے جنھوں نے فدیے کا پیسہ دے کر انہیں آزاد کروایا، تو کوئی روایت کہتی ہے کہ جویریہ تک کو بطور احسان رہا نہیں کیا گیا اور نہ ہی رسول نے جویریہ کے لیے پیسہ ادا کیا، بلکہ یہ جویریہ کے یہودی باپ تھے کہ جنھوں نے جویریہ کا فدیہ دے کر انہیں آزاد کروایا۔ یہ روایات آپ یہاں پر پڑھ سکتے ہیں (لنک)۔ مذہب کی ناموس کی خاطر روایات گھڑنا مسلمانوں کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔ یہ روایات مسلمانوں کے گھر کی لونڈی تھیں۔اس لیے آپ کو ان روایات میں تضادات نظر آئیں گے کیونکہ یہ مسلمان خود اپنی طرف سے مذہب کی عظمت کی خاطر گھڑ رہے تھے۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ محمد صاحب نے تو جناب صفیہ سے بھی شادی کی تھی۔ مگر کوئی ایسی خبر موجود نہیں ہے کہ مسلمانوں نے صفیہ کی وجہ سے خیبر کے قیدیوں کو بطور احسان رہا کیا ہو۔ چنانچہ یہ بھی ایک ثبوت ہے کہ اگر جویریہ کے معاملے میں ان کے قبیلے والوں کو رہا کرنے والی کہانیاں درست ہوتیں، تو پھر صفیہ سے شادی کرنے پر خیبر والوں کو بھی رہائی مل جاتی۔

چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ اگر بالفرضِ محال یہ مان بھی لیا جائے کہ مسلمانوں نے بنو المصطلق کی 100 عورتوں کو آزاد کیا، تو بھی یہ زیادہ سے زیادہ ایک "استثنائی" واقعہ رہے گا جس کی وجہ "غلاموں کی آزادی" سے محبت نہیں، بلکہ اپنے نبی کی عزت و شرف سے محبت مانی جائے گی کہ جہاں ان کی شادی کی خوشخبری پر غلاموں کو آزاد کیا گیا۔ چنانچہ یہ ایسا ہی ہے کہ

زمانہ جہالت میں جب ابو لہب کی لونڈی ثوبیہ نے جب انہیں محمد صاحب کی پیدائش کی خوشخبری سنائی تو ابو لہب نے اسے اس خوشخبری پر آزاد کر دیا تھا۔

چنانچہ اسے غلاموں کی آزادی سے محبت تو تب مانا جاتا جب بغیر رسول سے شادی کے ہی، ہر دفعہ ہر قبیلے کے قیدیوں کو بطور احسان آزاد کیا جاتا۔

قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کی رہائی:

مسلمانوں کا دوسرا دعویٰ ہے کہ قبیلہ ہوازن کے قیدیوں کو بھی بطور احسان رہا کیا گیا۔ مگر یہ دعویٰ بھی درست نہیں ہے۔ قبیلہ ہوازن کی قیدی عورتوں کو مسلمانوں نے "خودبخود" بطور احسان آزاد نہیں کیا تھا، بلکہ اس کی وجہ بھی نیا نیا اسلام قبول کرنے والے قبیلہ ہوازن کی "تالیفِ قلوب" تھی تاکہ کہیں وہ اسلام ترک کر کے دوبارہ محمد کی مخالفت نہ شروع کر دیں۔

شروع میں قبیلہ ہوازن والوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ محمد صاحب نے پندہ بیس دن تک ان کے قلعے کا محاصرہ جاری رکھا، مگر پھر بھی قلعے کو فتح نہ کر پائے۔ چنانچہ پھر محمد اس قلعے کو یونہی بغیر فتح کیے مکہ چلے گئے، جہاں اہل مکہ نے اسلام قبول کر لیا کیونکہ انہیں لگا کہ اب اس علاقے میں مزید کوئی بھی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ محمد صاحب نے اہل مکہ کے دل مزید نرم کرنے کی خاطر ان نیا نیا اسلام قبول کرنے والوں کے وظیفے مقرر کر دیے۔ انہیں "مؤلفتہ القلوب" کہا جاتا ہے۔

جب ہوازن والوں کو یہ خبریں پہنچیں، تو انہوں لگا کہ اگر وہ بھی اسلام قبول کر لیں تو شاید محمد صاحب مکہ کے مؤلفتہ القلوب کی طرح انہیں بھی ان کے قیدی اور لوٹا ہوا مال واپس کر دیں۔

چنانچہ ہوازن والوں نے محمد کے پاس اپنا وفد بھیجا اور کہا کہ انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے، اور ان سے مطالبہ کیا کہ ان کے قیدی اور لوٹا ہوا مال انہیں واپس کر دیں۔

محمد ایک طرف ان نیا اسلام قبول کرنے والے ہوازن کے قبیلے کی تالیف قلب بھی چاہتے تھے تاکہ وہ انکی مخالفت چھوڑ دیں، مگر دوسری طرف وہ تمام مالِ غنیمت اور باندیوں اور غلاموں سے ہاتھ بھی نہیں دھونا چاہتے تھے۔
چنانچہ محمد نے ان کی یہ دونوں شرائط ماننے سے انکار کر دیا، اور انہیں کہا کہ وہ اپنے مال یا اپنی قیدی عورتوں/بچوں میں سے صرف ایک کو چن لیں۔
چنانچہ ہوازن کے وفد نے قیدیوں کی رہائی کو چن لیا۔
یہ پورا واقعہ آپ یہاں پڑھ سکتے ہیں (لنک)۔

مسلمانوں کو چیلنج: بنو قریظہ یا خیبر یا دیگر بے تحاشہ قبائل والوں کو بطور احسان رہا کیوں نہیں کیا گیا؟

دکھائیں کہ بنو قریظہ یا خیبر یا دیگر بے تحاشہ قبیلے والوں کو کہیں بطور احسان رہا کیا گیا ہو۔

آخر بنو قریظہ اور خیبر اور دیگر قبائل کی عورتوں اور چھوٹے بچوں کا آخر کیا قصور تھا کہ انہیں بطور احسان رہا نہیں کیا گیا؟

اور تو اور محمد صاحب نے تو اپنے حصے میں آنے والی قیدی خاتون "ریحانہ بنت شمعون" کو بھی بطور احسان رہا نہیں کیا، تو پھر دوسرے مسلمانوں سے کیا توقع کہ وہ تمام قیدیوں کو بطور احسان رہا کرتے؟ وجہ ریحانہ کا یہ قصور تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اور یہودی مذہب پر ہی وہ باقی رہیں۔ چنانچہ محمد صاحب نے انہیں بطور باندی ہی اپنے حرم میں شامل رکھا اور ان سے ساری زندگی بطور باندی ہی تصرف کرتے رہے۔

صرف بنو المصطلق اور ہوازن کے نام پر مسلمان فرار نہیں حاصل کر سکتے، کیونکہ بنو قریظہ اور خیبر اور دیگر بے تحاشہ قبائل کے معصوم مظلوم قیدی آ کر آپ کا دامن پکڑ لیں گے اور آپ کو بھاگنے نہیں دیں گے۔ بلکہ پچھلے 1400 سالوں میں مسلمانوں نے کڑوڑوں قیدیوں کو غلامی کا طوق پہنایا، اور بطور احسان رہا کرنے کا کوئی نام و نشان نہیں ملتا۔

محمد صاحب نے ماریہ کو بطور "احسان" رہا کیوں نہیں کیا؟

مسلمان اکثر ذیل کی روایت پیش کر کے غلامی کے حوالے سے اسلام کی عظمت کی بڑک مارتے ہیں:

> سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح (لنک):
> رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کی باندی ہو وہ اسے اچھے انداز سے آداب سکھائے اور اچھے انداز سے اس کی تعلیم وتربیت کرے پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کرلے اسے دوہرا اجر ملے گا۔

مگر قرآن اور محمد صاحب جو تبلیغ کرتے تھے، اس کے برعکس:

- جب ماریہ کو پیغمبر کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے انہیں بطور احسان "رہا" نہیں کیا، بلکہ ان سے بطور باندی ہمبستری کی۔
- اور بعد میں کبھی اچھے آداب سکھانے کے بعد بھی ماریہ کو آزاد نہیں کیا۔
- اور نہ ہی ماریہ سے شادی کی۔

تو مسلمان جواب دیں کہ کیوں محمد صاحب نے ماریہ کو بطور احسان آزاد نہیں کیا، اور کیوں ان سے شادی نہیں کی؟

یہی حال ریحانہ بنت شمعون کا بھی ہے کہ جب انہوں نے یہودیت کو ترک کر کے اسلام قبول کرنے، اور محمد صاحب سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا، تو محمد صاحب نے انہیں پھر نہ بطور احسان آزاد کیا، اور نہ ہی ان کے ساتھ شادی کی، بلکہ پوری زندگی انہیں اپنے حرم میں بطور باندی بنا کر رکھا۔

بلکہ محمد صاحب کے حرم میں 4 باندیاں شامل تھیں۔

امام ابن قیم لکھتے ہیں:

> قال أبو عبيدة : كان له أربع : مارية وهي أم ولده إبراهيم ، وريحانة وجارية أخرى جميلة أصابها في بعض السبي ، وجارية وهبتها له زينب بنت جحش .

ترجمہ:
ابو عبیدہ کہتے ہیں: ان (رسول اللہ) کے پاس چار (باندیاں) تھیں۔ ماریہ، جو کہ ابراہیم کی ماں تھیں، اور ریحانہ، اور ایک اور خوبصورت و جمیل باندی جو کہ جنگ میں بطور قیدی آپ کے ہاتھ لگی تھی، اور ایک وہ باندی جسے زینب بنت جحش نے آپ نے کو دیا تھا۔

محمد صاحب نے ان میں سے کسی ایک کی بھی تعلیم و تربیت کر کے آزاد نہیں کیا، اور نہ ہی شادی کی۔ (صفیہ اور جویریہ کا مسئلہ بھی تعلیم و تربیت کا نہیں تھا، بلکہ ان کی خوبصورتی کی وجہ سے فوراً ان کی آزادی کو حق مہر قرار دے کر ان سے شادی کر لی۔ ایک وجہ یہ بھی لگتی ہے کہ محمد صاحب کا گھر چھوٹا سا تھا اوراس میں باندیوں کے لیے علیحدہ حجرے بنانے مشکل تھے۔ اور پھر پہلے سے موجود بیویوں (جو کہ آزاد عورتیں تھیں) کی وجہ سے باندیوں سے ہمبستری کرنے کی باری ہی نہیں آ پاتی تھی۔ اسی لیے تحریم کا مشہور واقعہ پیش آیا، جب جناب حفصہ اپنے باپ کے گھر گئیں، مگر جلد ہی واپس پلٹ آئیں تو انہوں نے محمد صاحب کو ماریہ کے ساتھ اپنے حجرے میں ہمبستری کرتے ہوئے پایا۔ اس پر جناب حفضہ انتہائی غصے ہو گئیں، اور انہوں نے جناب عائشہ کو بھی یہ واقعہ بتلایا۔ اس کے بعد ان دونوں نے محمد صاحب کی نگرانی شروع کر دی کہ وہ ماریہ سے ہمبستری نہ کرنے پائیں اور محمد صاحب کو ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے قسم کھانی پڑی کہ وہ پھر ماریہ سے ہمبستری نہیں کریں گے۔ یہ واقعہ آپ سنن نسائی کی اس صحیح روایت میں پڑھ سکتے ہیں۔

مسلم دعویٰ : نبی کا قیدی عورتوں کا باندی بنا کر ریپ کروانا انسانی جرم نہیں، کیونکہ دوسری اقوام بھی یہی کرتی تھیں

یہ کیا بات ہوئی کہ معصوم اور بے گناہ عورتوں اور بچوں پر جو جنگی جرائم دوسرے کرتے تھے، تو انسانیت کے خلاف وہ جنگی جرائم محمد صاحب کےلیے بھی حلال ہو گئے؟

اگر مردآپس میں لڑتے بھی تھے، تب بھی عورتوں اور بچوں کا کوئی قصور نہیں ہوتا تھا کہ انہیں زندگی بھر کے لیے غلام بنا لیا جائے۔ (بلکہ مرد بھی نہیں لڑتے تھے اور محمد صاحب خود مالِ غنیمت کے لیے پرامن بستیوں پر بھی حملہ آور ہو جاتے تھے)

انسانیت ایسے کسی قانون کو نہیں مانتی کہ جہاں مردوں کے کیے گئے کسی جرم کی سزا عورتوں اور چھوٹے بچوں کو دی جائے۔

یورپی اقوام نے انیسویں صدی میں تمام اسلامی ممالک کو فتح کر لیا تھا، مگر انہوں نے مسلمان عورتوں کا ریپ نہیں کیا۔ اس طرح آپ کی دادیاں نانیاں ریپ سے بچ گئیں۔ دعا دیجئے مغربی اقوام کی عوام کو کہ جس نے انسانیت کے نام پر ان جنگی جرائم کا پہلے سے خاتمہ کر دیا تھا، اور اپنی فوجوں پر پابندی لگائی کہ وہ محمد صاحب کی طرح قیدی عورتوں کا ریپ نہ کریں۔

پی ایس:

یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ تمام اقوام قیدی عورتوں کا ریپ کرتی تھیں۔ یہود و نصاریٰ میں قیدی عورت سے باقاعدہ شادی کر کے اسے آزاد بیوی جیسا مرتبہ دینا ہوتا تھا۔(بائیبل، کتاب الاستثنا، باب 21)

مسلم دعویٰ : غلام کو بلاوجہ تھپڑ مارنے پر اسے آزاد کرنا پڑتا ہے

اسلام عذر خواہ یہ روایت پیش کرتے ہیں۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان (لنک):

> ابوعوانہ نے فراس سے، انہوں نے ابوصالح ذکوان سے اور انہوں نے ابو عمر زاذان سے روایت کی، انہوں نے کہا: میں حضرت ابن عمر ؓ کے ہاں آیا جبکہ انہوں نے ایک غلام کو آزاد کیا تھا۔ کہا: انہوں نے زمین سے لکڑی یا کوئی چیز پکڑی اور کہا: اس میں اتنا بھی اجر نہیں جو اس کے برابر ہو اس کے سوا کہ میں نے رسول اللہ کو فرماتے ہوئے سنا: "جس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا یا اسے

زد و کوب کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کرے" (اس حکم کو ماننے کا اجر ہو سکتا ہے)۔

یہاں غلام آزاد کرنے کی Recommendation ہے، جیسا کہ امام بخاری نے اس سے اپنی کتاب الادب المفرد میں یہ حدیث نقل کی ہے اور یہ عنوان دے کر واضح کیا ہے:"جو اپنے غلام کو تھپڑ مارے، اسے وہ آزاد کر دے، اگرچہ کہ آزاد کرنا لازم نہیں"۔(حوالہ: امام بخاری، کتاب الادب، عنوان نمبر 93)

:Al-Adab al-Mufrad by Imam Bukhari (link)

93. Someone who slaps his slave should free him even though he is under no obligation to do so

امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں (لنک عربی، لنک اردو)

قوله صلى الله عليه وسلم : من لطم مملوكه أو ضربه فكفارته أن يعتقه قال العلماء : في هذا الحديث الرفق بالمماليك ، وحسن صحبتهم وكف الأذى عنهم ، وكذلك في الأحاديث بعده ، وأجمع المسلمون على أن عتقه بهذا ليس واجبا ، وإنما هو مندوب رجاء كفارة ذنبه ، فيه إزالة إثم ظلمه . ومما استدلوا به لعدم وجوب إعتاقه : حديث سويد بن مقرن بعده : أن النبي صلى الله عليه وسلم أمرهم حين لطم أحدهم خادمهم بعتقها ، قالوا : ليس لنا خادم غيرها ، قال : فليستخدموها ، فإذا استغنوا عنها فليخلوا سبيلها ، قال القاضي عياض : وأجمع العلماء أنه لا يجب إعتاق العبد لشيء مما يفعله به مولاه مثل هذا الأمر الخفيف

ترجمہ:

علماء نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ارشاد کے ذریعہ کہ (جس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا یا اسے زد و کوب کیا تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے آزاد کرے) دراصل اپنے مملوک کے حق میں نرمی کرنے اور ان کے ساتھ حلم ومروت کا معاملہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔ اور یہی بات بعد میں دوسری حدیثوں میں

بیان ہوئی ہے جس پر مسلمانوں کا "**اجماع**" ہے کہ غلاموں کو اس بنیاد پر آزاد کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ یہ آزاد کرنا اس امید پر ہے کہ ناحق مارنے کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔ اور آزاد کرنے کے عدم وجوب کی دلیل یہ حدیث ہے (حدیث سوید بن مقرن بعده : أن النبي صلى الله عليه وسلم أمرهم حين لطم أحدهم خادمهم بعتقها ، قالوا : ليس لنا خادم غيرها ، قال : فليستخدموها ، فإذا استغنوا عنها فليخلوا سبيلها (لنک)) قاضی عیاض کہتے ہیں: **اس پر علماء کا "اجماع" ہے کہ مالک کے اس خفیف عمل (تھپڑ مارنے) پر غلام کو آزاد کرنا واجب نہیں ہے۔**

سنن ابو داؤد کی یہ روایت بھی اس بات کو واضح کرتی ہے کہ تھپڑ مارنے پر لازم نہیں ہے کہ اسے آزاد کیا جائے، بلکہ یہ رسول کی خوشنودی کی خاطر کیا گیا، اور وہ بھی اس صورت میں کہ باندی نے محمد صاحب کو اللہ کا نبی مانا تھا، ورنہ وہ آزاد نہ ہو پاتی۔

> سنن ابو داؤد (لنک):
> معاویہ بن حکم سلمی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! میری ایک لونڈی ہے میں نے اسے ایک تھپڑ مارا ہے، تو رسول نے اس تھپڑ کو عظیم جانا، تو میں نے عرض کیا: میں کیوں نہ اسے آزاد کر دوں؟ آپ نے فرمایا: اسے میرے پاس لے آؤ میں اسے لے کر گیا، آپ نے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان کے اوپر، آپ نے (پھر) پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: اسے آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے -

مزید موطا امام مالک کی اس حدیث سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ باندی کو صرف تھپڑ مارنے پر آزاد نہیں کیا گیا، بلکہ کسی اور گناہ (ظہار وغیرہ) کی وجہ سے مالک کو پہلے سے ہی ایک غلام کو آزاد کرنا تھا۔ چنانچہ جب مالک

نے باندی کو تھپڑ مارا تو اس نے دوسرے گناہ کے ساتھ اس تھپڑ کی نیت بھی ساتھ کر لی۔

موطا امام مالک (لنک)، مشکوۃ المصابیح (لنک):
معاویہ ابن حکم کہتے ہیں کہ رسول کریم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری ایک لونڈی ہے جو میرا ریوڑ چراتی ہے میں جب اس کے پاس گیا اور ریوڑ میں اپنی بکری کم پائی تو میں نے اس بکری کے بارے میں پوچھا کہ کیا ہوئی؟ اس نے کہا کہ بھیڑیا لے گیا مجھ کو اس پر غصہ آگیا اور چونکہ میں بنی آدم میں سے ہوں یعنی ایک انسان ہوں اور انسان بتقاضائے بشریت مغلوب الغضب ہوجاتا ہے اس لئے میں نے اس لونڈی کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا **اور اس وقت کفارہ ظہار یا کفارہ قسم کے طور پر اور یا کسی اور سبب سے مجھ پر ایک بردہ یعنی ایک لونڈی یا ایک غلام آزاد کرنا واجب ہے تو کیا میں اس لونڈی کو آزاد کر دوں تاکہ میرے ذمہ سے وہ کفارہ بھی ادا ہوجائے اور اس کو تھپڑ مار دینے کیوجہ سے میں جس ندامت و شرمندگی میں میں مبتلا ہوں اس سے بھی نجات پا جاؤں۔** آپ نے اس باندی سے پوچھا: اللہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: آسمان کے اوپر، آپ نے (پھر) پوچھا: میں کون ہوں؟ اس نے کہا: آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے فرمایا: (یہ مومنہ ہے)۔

اسی طرح ابن مسعود کوڑے سے غلام کو مار رہے تھے، مگر اس پر رسول نے انہیں غلام آزاد کرنے کا براہ راست حکم نہیں دیا۔

صحیح مسلم، کتاب (لنک):
ابومسعود سے روایت ہے کہ میں اپنے غلام کو کوڑے کے ساتھ مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے آواز سنی اے ابومسعود جان لے اور میں غصہ کی وجہ سے آواز سمجھ نہ سکا جب وہ میرے قریب ہوئے تو وہ رسول اللہ تھے اور آپ فرما رہے تھے

جان لے ابومسعود! جان لے ابومسعود! کہتے ہیں میں نے اپنے
ہاتھ سے کوڑا ڈال دیا تو آپ نے فرمایا جان لے ابومسعود اللہ تجھ
پر زیادہ قدرت رکھتا ہے تیری اس غلام پر قدرت سے کہتے ہیں
میں نے عرض کیا میں اس کے بعد کبھی غلام کو نہ ماروں گا۔
صحیح مسلم کی اگلی روایت (لنک) میں ہے کہ ابو مسعود نے
اس غلام کو کوڑے مارنے کے کفارے میں نہیں، بلکہ "اللہ کی
رضا" کے نام پر آزاد کر دیا۔

پھر دیگر احادیث میں غلاموں کی پٹائی کا ذکر موجود ہے۔
سنن ابو داؤد، کتاب، پاکی کا بیان (لنک):
وَلَا تَضْرِبْ ظَعِينَتَکَ کَضَرْبِکَ أُمَيَّتَکَ
ترجمہ:
اپنی بیوی کو ایسے نہ مارا کرو جیسا کہ اپنی باندیوں کو مارتے
ہو۔
محدثین نے اس روایت پر "صحیح" کا حکم لگایا ہے (لنک)

صحیح بخاری، کتاب التفسیر (پہلی حدیث ، دوسری حدیث، تیسری حدیث):
فَقَالَ يَعْمِدُ أَحَدُكُمْ فَيَجْلِدُ امْرَأَتَهُ جَلْدَ الْعَبْدِ فَلَعَلَّهُ يُضَاجِعُهَا مِنْ
آخِرِ يَوْمِهِ
ترجمہ:
رسول اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو درے سے
ایسے نہ مارے جیسا کہ وہ درے سے غلام کو مارتا ہے، کیونکہ ہو
سکتا ہے کہ دن کے آخر میں تم ان سے ہمبستری کرنا چاہو۔

بلکہ بیویوں کے معاملے میں بھی مسلمانوں نے یہ دعویٰ کیا کہ بیویوں کو
صرف مسواک سے ہلکی مار لگانے کی اجازت ہے۔ جبکہ اصل حقیقت یہ ہے
کہ یہ ہلکی مار زیادہ سے زیادہ صرف ایک Recommendation ہے، مگر
شریعت کے قوانین کے مطابق شوہر چاہے تو مار مار کر بیوی کو ادھیڑ کر رکھ

دے، مگر پھر بھی بیوی کچھ نہیں کر سکتی، حتیٰ کہ اس بنیاد پر طلاق بھی نہیں لے سکتی۔ مثلاً:

سنن ابو داؤد، کتاب النکاح (لنک):

> عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا يُسْأَلُ الرَّجُلُ فِيمَا ضَرَبَ امْرَأَتَهُ".
>
> عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”آدمی سے اپنی بیوی کو مارنے کے تعلق سے پوچھ تاچھ نہ ہو گی“
>
> خلاصة حكم المحدث : سكت عنه [وقد قال في رسالته لأهل مكة كل ما سكت عنه فهو صالح]
>
> امام ابو داؤد نے اس روایت پر سکوت اختیار کیا ہے اور اہل مکتہ کے مطابق جس روایت پر امام ابو داؤد سکوت اختیار کریں تو وہ ان کے نزدیک صالح روایت ہے۔

ابن حجر العسقلانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے (لنک): "والحديث صحيح كما قاله ابن حجر في "تنبيه الأخيار" الفتوحات الربانية 7/140."

یہ روایت عین حقیقت ہے۔ اسلام کے اندر مرد کو پوری اجازت ہے کہ وہ نافرمانی کے نام پر ہر معاملے میں عورت کی پٹائی کر سکتا ہے۔ اور یہ پٹائی اس حد تک زیادہ ہو سکتی ہے جیسے کہ اونٹ جیسے جانوروں کو مارنا، مگر پھر بھی کسی عدالت یا قاضی کو اس پر شوہر سے پوچھ تاچھ کی اجازت نہیں۔

صحیح بخاری، کتاب الادب (لنک):

> وَقَالَ: بِمَ يَضْرِبُ أَحَدُكُمُ امْرَأَتَهُ ضَرْبَ الْفَحْلِ أَوِ الْعَبْدِ ثُمَّ لَعَلَّهُ يُعَانِقُهَا "
>
> ترجمہ:
>
> آپ صلعم نے فرمایا کہ تم میں سے کس طرح ایک شخص اپنی

> بیوی کو زور سے مارتا ہے جیسے اونٹ، اور پھر شام کو پھر اسی سے ہمبستری کرتا ہے۔

چنانچہ محمد نے یہاں پر زیادہ سے زیادہ recommendation دی ہے کہ شوہر عورتوں کو جانوروں کی طرح نہ ماریں، مگر شوہر کے لیے یہ چیز binding نہیں اور وہ اسے سے زیادہ پٹائی کرے تب بھی اس کے خلاف کوئی لیگل کاروائی نہیں کی جا سکتی۔

یعنی کہ جیوری بھی مرد ہے، اور executioner بھی مرد ہے، اور وہ بیوی کو چاہے جانوروں کی طرح مار لے، مگر عورت اپنے شوہر کو کسی عدالت میں پیش نہیں کر سکتی اور کوئی حاکم کوئی قاضی مرد سے اس معاملے میں پوچھ تاچھ نہیں کر سکتا۔

صحیح مسلم، کتاب الطلاق (لنک):

> .. (نبی نے فاطمہ بن قیس کو کہا) رہا ابوجھم تو وہ عورتوں کو بہت مارنے والا مرد ہے (چنانچہ وہ اس سے شادی نہ کریں)۔

صحیح بخاری، کتاب اللباس (لنک):

> عکرمہ نے رفاعہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ پھر ان سے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظی رضی اللہ عنہ نے نکاح کر لیا تھا۔ عائشہ نے بیان کیا کہ وہ خاتون سبز اوڑھنی اورڑھے ہوئے تھیں، انہوں نے عائشہ سے (اپنے شوہر کی) شکایت کی اور اپنے جسم پر سبز نشانات (چوٹ کے) دکھائے پھر جب رسول اللہ تشریف لائے تو (جیسا کہ عادت ہے) کہ عورتیں آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرتی ہیں۔ عائشہ نے (نبی سے) کہا کہ میں نے کسی عورت کا اتنا بُرا حال نہیں دیکھا جتنا کہ ایمان والی عورتوں کا ہوتا ہے (نوٹ: یہاں اردو ترجمہ تحریف شدہ ہے۔ دیکھئے اس لنک پر صحیح انگریزی ترجمہ) ان کا جسم چوٹ کھا کر ان کے کپڑے سے بھی زیادہ سبز ہو گیا ہے۔

بیان کیا کہ ان کے شوہر نے بھی سن لیا تھا کہ (ان کی) بیوی نبی کے پاس گئی ہے چنانچہ وہ بھی آ گئے اور ان کے ساتھ ان کے دو بچے ان سے پہلی بیوی کے تھے۔ ان کی بیوی نے کہا: اللہ کی قسم! مجھے ان سے کوئی اور شکایت نہیں البتہ ان کے ساتھ اس سے زیادہ اور کچھ نہیں جس سے میرا کچھ نہیں ہوتا۔ انہوں نے اپنے کپڑے کا پلو پکڑ کر اشارہ کیا (یعنی ان کے شوہر جنسی طور پر کمزور ہیں) اس پر ان کے شوہر نے کہا: یا رسول اللہ! واللہ یہ جھوٹ بولتی ہے میں تو اس کو (جماع کے وقت) چمڑے کی طرح ادھیڑ کر رکھ دیتا ہوں مگر یہ شریر ہے، یہ مجھے پسند نہیں کرتی اور رفاعہ کے یہاں دوبارہ جانا چاہتی ہے۔ نبی نے اس پر فرمایا کہ اگر یہ بات ہے تو تمہارے لیے وہ (یعنی پہلا شوہر) اس وقت تک حلال نہیں ہو گا جب تک یہ (عبدالرحمٰن دوسرے شوہر) تمہارا مزا نہ چکھ لیں۔

ایک اور جھوٹا مسلم پروپیگنڈہ یہ ہے کہ شوہر صرف بے حیائی کے معاملے میں بیوی کی پٹائی کر سکتا ہے۔ مگر یہ غلط ہے۔ یہاں جامعہ بنوریہ کا فتویٰ دیکھیے (لنک) جس کے مطابق شوہر ہر معاملے میں بیوی کی پٹائی کر سکتا ہے، مثلاً:

- شوہر کی جنسی خواہش ٹھیک طریقے سے پوری نہ کرنا۔
- اس کے کہنے کے باجود زینت نہ کرنا۔
- اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نکلنا،
- اس سے ادب سے پیش نہ آنا، یا اسے برا بھلا کہنا۔
- خود سے ماں باپ کے گھر ایک دن یا ایک گھنٹہ زیادہ ٹھر جانا،
- شوہر کی اجازت کے بغیر خاندان کی کسی اور عورت یا رشتے دار کو گھر میں داخل ہونے دینا،
- بچوں کی دیکھ بھال شوہر کے بتائے گئے طریقے سے نہ کرنا

وغیرہ وغیرہ۔ یعنی کہ تقریباً ہر ہر معاملے میں ہی شوہر بیوی پر نافرمانی کا الزام لگا کر اس کی ٹھکائی شروع کر سکتا ہے، اور بیوی کو عدالت یا قاضی یا حاکم کوئی اس ٹھکائی سے نہیں بچا سکتا۔

اور پھر یہ صحیح روایت دیکھئے جو صاف طور پر غلاموں کو مارنے کے متعلق ہے۔

> سنن ابو داؤد، کتاب المناسک (لنک):
> اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کہتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کو نکلے، جب ہم مقام عرج میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اترے، ہم بھی اترے، ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں، اور میں اپنے والد کے پہلو میں بیٹھی۔ اس سفر میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے سامان اٹھانے کا اونٹ ایک ہی تھا جو ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام کے پاس تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ اس انتظار میں بیٹھے کہ وہ غلام آئے جب وہ آیا تو اس کے ساتھ اونٹ نہ تھا، انہوں نے پوچھا: تیرا اونٹ کہاں ہے؟ اس نے جواب دیا کل رات وہ گم ہو گیا، ابوبکر رضی اللہ عنہ بولے: ایک ہی اونٹ تھا اور وہ بھی تو نے گم کر دیا، پھر وہ اسے مارنے لگے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے اور فرما رہے تھے:
> ”دیکھو اس محرم کو کیا کر رہا ہے؟“ (ابن ابی رزمہ نے کہا)
> ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ کچھ نہیں فرما رہے تھے کہ دیکھو اس محرم کو کیا کر رہا ہے اور آپ مسکرا رہے تھے۔

چنانچہ یہ روایت صاف طور پر اس روایت کا انکار کر رہی ہے کہ ایک تھپڑ مار دینے پر بھی غلام آزاد کرنا ہوتا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو پہلے تھپڑ پر ہی محمد صاحب اس غلام کو آزاد کرنے کا حکم دے دیتے۔

یاد رہے کہ ابو بکر غلام کی یہ پٹائی عام حالات میں نہیں، بلکہ حج میں احرام کی حالت میں کر رہے تھے۔

اور محمد صاحب اس غلام کو آزاد تو کیا کرتے، انہیں تو اس غلام کی پٹائی سے زیادہ ابوبکر صاحب کے احرام کی فکر تھی اور "مسکرا" کر کہہ رہے تھے کہ دیکھو ابوبکر احرام کی حالت میں کیا کر رہے ہیں۔

اسی طرح اسلام میں اگر مالک مار مار کر اپنے غلام کو قتل تک کر ڈالے، تب بھی مالک کو سرے سے کوئی سزا تک نہیں ہے۔

فقہ حنفی کی مشہور کتاب الهدایہ میں ہے (لنک):

> ولا يقتل الرجل بعبده ولا مدبره ولا مكاتبه ولا بعبد ولده
> ترجمہ:آزاد مرد کو اپنے غلام کو قتل کرنے کے جرم میں جواباً قتل نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی مدبر غلام کو قتل کرنے پر اور نہ ہی مکاتب غلام کے قتل کرنے پر۔

بقیہ تین آئمہ حنبلی، مالکی اور شافعی کے نزدیک صرف مالک ہی نہیں، بلکہ اگر کوئی دوسرا آزاد مسلمان بھی کسی دوسرے کے غلام کو مار مار کر قتل کر دے، تب بھی اس آزاد مسلمان سے قصاص نہیں لیا جا سکتا، بلکہ زیادہ سے زیادہ صرف آدھی دیت لی جا سکتی ہے۔

امام القرطبی نے اپنی مشہور تفسیر (آیت 2:178) کے ذیل میں اس سلسلے میں فقہاء کی آراء کو جمع کر دیا ہے (لنک):

> والجمهور من العلماء لا يقتلون الحر بالعبد ، للتنويع والتقسيم في الآية . وقال أبو ثور : لما اتفق جميعهم على أنه لا قصاص بين العبيد والأحرار فيما دون النفوس كانت النفوس أحرى بذلك
> ...
> ترجمہ: اور جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ آزاد مسلمان کو کسی بھی غلام کے قتل کرنے کے جواب میں ہرگز قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اوپر موجود آیت میں ان آزاد اور غلام کی تقسیم یوں کر دی گئی ہے۔ جیسا کہ ابو ثور نے کہا: اور علماء کی

اکثریت کا اس پر اتفاق ہے کہ غلاموں اور آزاد مردوں کے درمیان کوئی قصاص نہیں ہے کیونکہ غلام رتبے میں آزاد مردوں سے کم ہیں۔۔۔

اور امام عبداللہ ابن ابی زید (جنہیں چھوٹا امام مالک بھی کہا جاتا ہے)، وہ اپنے رسالے میں لکھتے ہیں (لنک):

ولا يقتل حر بعبد ويقتل به العبد ولا يقتل مسلم بكافر ويقتل به الكافر ولا قصاص بين حر وعبد في جرح ولا بين مسلم وكافر ... ومن قتل عبدا فعليه قيمته

ترجمہ: ایک آزا مرد کو ایک غلام کے قتل کرنے پر قتل نہیں کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی غلام کسی آزاد شخص کو قتل کر دے تو غلام کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اگر آزاد شخص نے مار مار کر کسی غلام کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر کوئی تلافی نہیں۔ اسی طرح آزاد شخص نے کسی کافر کو زخمی کر دیا ہے تو اس پر بھی کوئی تلافی نہیں۔۔۔ اگر کسی نے کسی دوسرے شخص کے غلام کو قتل کر دیا ہے تو صرف اس غلام کی قیمت ادا کی جائے گی۔

اور امام شافعی کتاب الام میں لکھتے ہیں (لنک):

وكذلك لا يقتل الرجل الحر بالعبد بحال ، ولو قتل حر ذمي عبدا مؤمنا لم يقتل به.

ترجمہ: اور کوئی آزاد شخص ایک غلام کو قتل کرنے پر کسی بھی صورت قتل نہیں کیا جائے گا۔ حتیٰ کہ اگر ایک آزاد کافر ذمی بھی ایک مسلمان غلام کو قتل کر دے تو تب بھی اس ذمی کو قتل نہیں کیا جا سکتا۔

اور فقہ کی کلاسیکل کتاب 'عمدة السالك وعدة الناسك' میں درج ہے (لنک):

ولا تجب الدية بقتل الحربي والمرتد ومن وجب رجمه بالبينة أو تحتم قتله في المحاربة ولا على السيد بقتل عبده.

ترجمہ: اگر کسی حربی شخص (ایسی قوم کا شخص جن کی مسلمانوں سے دشمنی ہے) کو قتل کر دیا ہے تو اس پر دیت کی رقم ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں، اور مرتد کے قتل پر بھی دیت نہیں، اور پتھروں سے رجم ہونے والے کی بھی دیت نہیں، اور اسکی بھی دیت نہیں جسے جنگ کے دوران قتل کرنا لازمی تھا، اور ایک مالک پر اپنے غلام کو قتل کر دینے پر بھی کوئی دیت نہیں۔

مسلم دعویٰ : مشرکہ (غیر کتابیہ) باندی سے مالک سیکس نہیں کر سکتا

آج کے مسلمان مسلسل یہ دعویٰ کرتے نظر آ رہے ہیں کہ مالک اپنی مشرکہ (غیر اہل کتاب) باندی سے سیکس نہیں کر سکتا۔ یہ مسلمان سچائی کو چھپا رہے ہیں۔ ذیل کی روایت دیکھئے جو صاف صاف مشرکہ باندی سے مالک کا سیکس قرآن کی رو سے حلال کر رہی ہے۔

صحیح مسلم کتاب الرضاع (لنک):
باب جَوَازِ وَطْءِ الْمَسْبِيَّةِ بَعْدَ الاِسْتِبْرَاءِ وَإِنْ كَانَ لَهَا زَوْجٌ انْفَسَخَ نِكَاحُهَا بِالسَّبْيِ

Chapter: It is permissible to have intercourse with a female captive after it is established that she is not pregnant, and if she has a husband, then her marriage is annulled when she is captured

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمَ حُنَيْنٍ بَعَثَ جَيْشًا إِلَى أَوْطَاسٍ فَلَقُوا عَدُوًّا فَقَاتَلُوهُمْ فَظَهَرُوا عَلَيْهِمْ وَأَصَابُوا لَهُمْ سَبَايَا فَكَأَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم تَحَرَّجُوا مِنْ غِشْيَانِهِنَّ مِنْ أَجْلِ أَزْوَاجِهِنَّ مِنَ

الْمُشْرِكِينَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي ذَلِكَ { وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ إِلاَّ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ} أَىْ فَهُنَّ لَكُمْ حَلاَلٌ إِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهُنَّ .

Abu Sa'id al-Khudri (Allah her pleased with him) reported that at the Battle of Hanain Allah's Messenger sent an army to Autas and encountered the enemy and fought with them. Having overcome them and taken them captives, the Companions of Allah's Messenger (may peace te upon him) seemed to refrain from having intercourse with captive women because of their husbands being polytheists. Then Allah, Most High, sent down regarding that:" And women already married, except those whom your right hands possess (iv. 24)" (i. e. they were lawful for them when their 'Idda period came to an end, even if they were polytheists themselves).

اوطاس کے رہنے والے مشرک تھے، اور ان کی بیویاں بھی۔ مگر قرآن کھل کر مسلمانوں کو کہہ رہا ہے کہ ان کی مشرک عورتوں (خواہ ان کے مشرک شوہر زندہ ہی کیوں نہ ہوں) کا ریپ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ ان کے مالک ہیں۔
اس کے متعلق مزید یہاں پڑھئے۔

مسلم دعویٰ : ابن تیمیہ کے مطابق کنیز باندی اپنے سینے ننگے نہیں رکھ سکتی بلکہ صرف ہاتھ، چہرہ اور سر کھلا رکھ سکتی ہے

باندیوں کے ننگے سینے وہ ہڈی ہے کہ جو اسلام اور مسلمان نہ نگل سکتے ہیں اور نہ اگل سکتے ہیں۔ اس تضاد سے بچنے کی خاطر آج مسلمان ابن تیمیہ کے ایک "قول" کا سہارا لینے کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں کہ جہاں اس نے باندیوں کے ننگے سینوں کا ذکر نہیں کیا، بلکہ صرف ان کے ہاتھ، چہرے اور سر کے ظاہر ہونے کا ذکر کیا۔

ابن تیمیہ، مجموع فتاویٰ (لنک):

والحجاب مختص بالحرائر دون الإماء كما كانت سنة المؤمنين في زمن النبي صلى الله عليه وسلم وخلفائه أن الحرة تحتجب

والأمة تبرز وكان عمر رضي الله عنه إذا رأى أمة مختمرة ضربها وقال أتتشبهين بالحرائر أي لكاع فيظهر من الأمة رأسها ويداها ووجهها.

ترجمہ:

حجاب صرف آزاد مسلمان عورت کے لیے مختص ہے، جبکہ باندی عورت کو اس کی اجازت نہیں۔ یہی مومنین کی سنت تھی رسول اللہ کے زمانے میں اور خلفاء کے زمانے میں کہ آزاد عورت (اپنی زینت) چھپاتی تھی جبکہ باندی عورت (اپنی زینت) ظاہر کرتی تھی۔ جب عمر ابن الخطاب نے ایک باندی لڑکی کو حجاب پہنے دیکھا تو عمر نے اسے مارا اور اسے کہا کہ وہ حجاب لے کر آزاد مسلم عورتوں کی مشابہت اختیار نہ کرے۔ اور باندی عورت اپنا سر، ہاتھ اور چہرہ ظاہر کرے۔

جواباً عرض ہے کہ:

1. اور ابن تیمیہ کا "قول" کوئی "حجت" نہیں ہے۔
2. حجت تو صرف قرآن اور حدیث اور صحابہ اور مسلمانوں کا اجماعی عمل ہے۔ مگر ابن تیمیہ نے ان تینوں سے ماخذین سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا،
3. ابن تیمیہ کے مقابلے میں صحابہ و تابعین، چاروں ائمہ اور تمام سلف علماء و فقہاء، اور پوری امت کا اجماع ہے کہ اسلام میں باندیوں کے سینے ننگے ہوتے تھے اور ان کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہوتا تھا۔
4. ابن تیمیہ تو محمد صاحب کے 7 صدیوں بعد آیا ہے، تو کیا قرآن و حدیث اور اجماع امت کے بغیر اسے الہام ہوا تھا کہ اسلام میں باندیوں کے سینے ننگے نہیں؟

آگے ابن تیمیہ نے اپنی طرف سے یہ "عقلی جواز" پیش کر کے باندیوں کے حجاب لینے کی حمایت کی ہے کہ بغیر حجاب کے وہ مردوں میں فتنہ اور شہوت پیدا کر سکتی ہیں۔ ابن تیمیہ آگے لکھتا ہے:

وليس في الكتاب والسنة إباحة النظر إلى عامة الإماء ولا ترك احتجابهن وإبداء زينتهن ولكن القرآن لم يأمرهن بما أمر الحرائر والسنة فرقت بالفعل بينهن وبين الحرائر ولم تفرق بينهن وبين الحرائر بلفظ عام بل كانت عادة المؤمنين أن تحتجب منهم الحرائر دون الإماء واستثنى القرآن من النساء الحرائر القواعد فلم يجعل عليهن احتجابا واستثنى بعض الرجال وهم غير أولي الإربة فلم يمنع من إبداء الزينة الخفية لهم لعدم الشهوة في هؤلاء وهؤلاء فأن يستثنى بعض الإماء أولى وأحرى وهن من كانت الشهوة والفتنة حاصلة بترك احتجابها وإبداء زينتها

ترجمہ:

قرآن اور سنت میں (براہ راست کوئی) اجازت نہیں دی گئی ہے کہ باندی عورتوں کی طرف نظریں اٹھا کر دیکھا جائے، یا پھر باندی عورتوں پر (قرآن و سنت میں براہ راست) کوئی حکم نہیں کی وہ حجاب نہ پہنیں اور اپنی زینتیں ظاہر کریں۔ قرآن باندی عورتوں پر یہ پابندی نہیں لگاتا کہ وہ (حجاب کے متعلق) ان احکامات پر عمل نہ کریں جو کہ آزاد مسلم عورتوں کے لیے ہیں۔ **بلکہ یہ (آزاد عورت اور باندی کا) فرق "سنت" میں بیان ہوا ہے۔** مگر یہ فرق ایک "عموم" نہیں ہے۔ بلکہ یہ مومنین کی عادت تھی کہ ان میں سے آزاد عورتیں حجاب کرتی تھیں مگر باندیاں نہیں۔ اور قرآن میں آزاد عورتوں میں سے بھی ان بوڑھی عورتوں کو کہ جنہیں مردوں سے شادی کی خواہش باقی نہ رہے، یہ استثنی تھا کہ وہ حجاب نہ کریں اور اپنی زینت ظاہر کریں۔ جبکہ ایسی (حسین اور جوان) باندیاں جو حجاب نہیں کرتیں اور اپنی زینت ظاہر کرتی ہیں، اور مردوں میں شہوت اور فتنہ کا

باعث ہیں، تو اس بات کی حوصلہ افزائی کی جائے کہ وہ بھی حجاب کریں اور اپنی زینت چھپائیں۔

چنانچہ:

1.یہ "عقلی جواز" ابن تیمیہ کا ہے، اسلام کا نہیں۔

2.بلکہ اسلام کا حکم ابن تیمیہ کے اس عقلی جواز کے بالکل خلاف تھا۔ اسی لیے عمر ابن خطاب باندی عورت کو سوٹیوں سے مار رہے تھے۔ اگر عمر ابن خطاب بھی ابن تیمیہ کے اس عقلی جواز سے متفق ہوتے، تو انہیں باندیوں کو مارنے کی ضرورت ہوتی اور نہ ہی ان کا حجاب کھینچ لینے کی۔

3.اور ابن تیمیہ کی طرف سے یہ قرآن اور سنت میں "فرق" کی بحث بھی لغو ہے۔ اگر "سنت" نے آزاد عورتوں اور باندیوں میں یہ "تخصیص" کر دی ہے، تو پھر یہ مسلمانوں پر حجت ہے، چاہے یہ قرآن میں موجود ہو یا نہ ہو۔

4.اور اگلا مسئلہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ اپنے اس دعوے میں بھی غلط ہے کہ یہ "تخصیص" صرف سنت میں ہے، مگر قرآن میں نہیں۔ ابن تیمیہ کے اس غلط دعوے کے برعکس اصل سچائی یہ ہے کہ آزاد عورت اور باندیوں میں یہ تخصیص اور فرق خود قرآن نے کیا ہے (آیت 33:59) میں قران یہ فرق کرنے کی وجہ یہ بیان کر رہا ہے کہ لوگ پہچان سکیں کہ آزاد عورت کون ہے اور باندی کون ہے۔

پھر ایک اور جگہ ابن تیمیہ باندیوں کے حجاب لینے کو جائز بنانے کے لیے یہ "عقلی جواز" پیش کرتا ہے (لنک):

إنَّ الإماء في عهد الرسول عليه الصَّلاة والسَّلام، وإن كُنَّ لا يحتجبن كالحرائر؛ لأن الفتنة بهنَّ أقلُّ، فَهُنَّ يُشبهنَ القواعدَ من النِّساء اللاتي لا يرجون نكاحاً، قال تعالى فيهن:) فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ أَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ) (النور: من الآية60)، يقول: وأما الإماء التركيَّات الحِسَان الوجوه، فهذا لا يمكن أبداً أن

يَكُنَّ كالإماء في عهد الرسول عليه الصَّلاة والسَّلام، ويجب عليها
أن تستر كلَّ بدنها عن النَّظر،
ترجمہ:
رسول کے زمانے میں باندی عورتیں آزاد مسلمان عورتوں کی طرح حجاب نہیں کرتی تھیں، کیونکہ انکے فتنے پھیلانے کا خدشہ کم تھا اور ان کے قواعد ان عورتوں کی طرح تھے کہ جنہیں نکاح کی حاجت نہ ہو جیسا کہ قران میں ہے (النور، آیت 60: اوروہ بڑی بوڑھی عورتیں جو نکاح کی رغبت نہیں رکھتیں ان پر اس بات میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے وہ کپڑے اتار رکھیں بشرطیکہ زینت کا اظہار نہ کریں)۔ لیکن جہاں تک حسین ترک باندیوں کا تعلق ہے، تو ان کے متعلق وہ نہیں کیا جا سکتا جو کہ رسول اللہ کے زمانے میں باندیوں کے ساتھ کیا جاتا تھا، اور ان (حسین ترک باندیوں) کو اپنا پورا جسم ڈھانپنا ہو گا اور اپنے آپ کو تمام مردوں کی نظروں سے بچانا ہو گا۔

جواباً عرض ہے کہ:

1.ابن تیمیہ کا یہ آرگومینٹ اتنا بوگس ہے کہ جس کی کوئی حد ہی نہیں۔ کیا ابن تیمیہ کے نزدیک عرب میں کوئی حسین اور جوان باندی ہی نہیں ہوتی تھی کہ جس پر رسول کے زمانے کے لوگوں کا دل آتا ہو؟

2.اور کس بنیاد پر ابن تیمیہ کہہ رہا ہے کہ رسول کے 700 سال بعد اس کے دور کی ترکی باندیوں کو حسین ہونے کی وجہ سے مکمل پردہ کرنا ہو گا، مگر پچھلے 700 میں عرب اور ایرانی باندیوں نے پردہ اس لیے نہیں کیا کہ وہ حسین نہیں تھیں، یا ان کا فتنہ کم تھا اور یا انکی حالت بوڑھی عورتوں کی طرح تھی کہ جنہیں نکاح کی حاجت نہیں ہوتی؟

ابن تیمیہ کی ہی طرح بعد میں ابن قطان اور ابن قدامہ نے بھی اسلام میں باندیوں کے ننگے پن کا انکار کرنا چاہا، مگر ان کے پیشکردہ دعوے ابن تیمیہ کی ہی طرح مکمل طور پر بوگس اور بغیر کسی ثبوت کے تھے۔

اور ابن تیمیہ کے متعلق بھی یاد رہے کہ اس نے کہیں بھی کھل کر اسلام میں باندیوں کے ننگے سینوں، یا ان کے ناف تا گھٹنوں تک ستر ہونے کا انکار نہیں کیا ہے، بلکہ وہ گول مول بات کر کے، اور اسلام احکامات کے مخالف اپنے "عقلی جواز" پیش کر کے باندیوں کے لیے حجاب جائز کرنا چاہتا تھا۔

مسلم دعوی: ابن حیان، ابن قطان، ابن قدامہ، ابن حزم، ابن تیمیہ اور امام مالک نے باندیوں کے ننگے سینوں کا انکار کیا ہے

ایک مسلم ویب سائیٹ (لنک) پر ایک آرٹیکل شائع ہوا ہے، جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ ابن حیان، ابن قطان، ابن قدامہ، ابن حزم، ابن تیمیہ اور امام مالک نے اسلام میں باندیوں کے ننگے سینوں کا انکار کیا ہے۔

جواباً عرض ہے:

(1) امام مالک کے متعلق اوپر ہم تفصیل سے درج کر چکے ہیں کہ انہوں نے تسلیم کیا تھا کہ رسول اللہ اور خلفاء کے زمانے میں باندیوں کے سینے ننگے ہوتے تھے۔ اور اوپر مالکی فقہ میں آپ کو انکا فتویٰ بھی مل جائے گا کہ باندی کا ستر فقط ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے۔ اور ساتھ میں آپ کو یہ روایت بھی مل جائے گی کہ امام مالک کو صرف "ذاتی حیثیت" میں یہ بات پسند نہ تھی کہ باندیوں کے سینے ننگے ہوں، کیونکہ مسلمانوں کا واسطہ بقیہ دنیا سے پڑنے لگا تھا اور وہاں کہ تہذیب مسلمانوں کی تہذیب سے زیادہ ترقی یافتہ تھی، اور وہاں باندیوں کے سینے ننگے نہیں ہوتے تھے۔ نیز اسلام میں یہ بہت بڑا تضاد پیدا ہو رہا تھا کہ جہاں آزاد عورت تو حجاب میں قید کر دی جاتی تھی، مگر دوسری طرف باندیوں کو ننگے سینوں کے ساتھ بازاروں میں نیلامی کے لیے کھڑا کر دیا جاتا تھا۔

چنانچہ امام مالک نے کہیں بھی اسلام میں باندیوں کے ننگے سینوں اور ناف

تا گھٹنوں تک ستر ہونے کا انکار نہیں کیا، بلکہ صرف یہ بات تھی کہ انہیں ذاتی طور پر یہ چیز ناپسند تھی۔

(2) ابن تیمیہ کے متعلق اوپر ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں کہ ابن تیمیہ محمد صاحب کے سات سو سال بعد آیا، اور اس نے قران یا حدیث یا سلف علماء و فقہاء کے اجماع سے کوئی "ایک ثبوت" بھی پیش نہیں کیا کہ اسلام میں باندیوں کے سینے ننگے نہیں، یا باندی کا ستر ناف تا گھٹنے تک نہیں۔

(3) یہی حال بقیہ تمام کا بھی ہے۔

ابن حیان، ابن قطان اور ابن قدامہ بھی محمد صاحب کے چھ یا سات سو سال کے بعد آئے۔ اور ابن حزم ساڑھے چار سو سال بعد۔ اور ان میں سے کسی ایک نے بھی قرآن یا حدیث یا صحابہ و تابعین یا سلف علماء و فقہاء کے اجماع میں سے کوئی "ایک ثبوت" بھی پیش نہیں کیا، بلکہ یہ سب کے سب اپنی طرف سے یہ نئے دعوے گھڑ رہے ہیں کہ اسلام میں باندیوں کو بھی بالکل ایسے ہی حجاب لینا ہے جیسا کہ آزاد عورت لیتی ہے۔ عمر ابن خطاب والی روایت ان کی تکذیب کے لیے کافی ہے جہاں وہ باندیوں کو مار ہی اس لیے رہے ہیں کہ وہ حجاب لے کر آزاد عورتوں کی مشابہت اختیار کر رہی ہیں۔

چنانچہ مسلم عذر خواہوں کو جاننا چاہیے کہ ان لوگوں کے اپنے ذاتی اقوال "اسلام" نہیں ہے، اور اس لیے انکے ذاتی اقوال کی بغیر کسی ثبوت کے کوئی حیثیت نہیں ہے۔

نیز یہ یاد رہے کہ امام مالک اور امام ابو حنیفہ وغیرہ خود تابعی اور تبع تابعی تھے اور انہوں نے صحابہ کا زمانہ پایا تھا۔ اور ان کے سامنے اہل مدینہ کا "متواتر" عمل تھا کہ جہاں ہزاروں باندیاں ننگے سینوں کے ساتھ پبلک میں پھرتی تھیں۔ اگر کوئی ایک روایت کا مسئلہ ہوتا جو انہوں نے کسی ایک شخص سے سنی ہوتی، تو پھر تو مانا جا سکتا تھا کہ مالک اور ابو حنیفہ وغیرہ اس روایت کے متعلق کچھ غلطی کر جاتے۔ مگر باندی کے ننگے سینوں کے حوالے سے تو ان کے سامنے پورے مدینے اور پوری اسلامی سلطنت میں ہوتا ہوا یہ "متواتر" عمل موجود ہے کہ جس کے بعد اس مسئلے میں ان کے

لیے غلطی کر جانا ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ اس تواتر کے سامنے مسلم عذر خواہوں کے لیے جھوٹ بول کر فرار ہو جانا ناممکن ہے۔

مسلم دعویٰ : اسلام نے غلاموں کو انسانی حقوق دیے

غلام کو کھانا کھلا دینا غلاموں کو انسانی حقوق دینے میں نہیں آتا۔ وہ تو انسان گھر کے پالتو جانوروں کو بھی کھانا کھلانے وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

جبکہ بنیادی انسانی حقوق وہ ہوتے ہیں جو سب انسانوں کو برابری کے درجے پر رکھ کر دیے جاتے ہیں۔

سچائی یہ ہے کہ اسلام نے غلاموں اور باندی عورتوں کو انکے انسانی حقوق نہیں دیے، بلکہ ان کے "بنیادی انسانی حقوق" کو سلب کر کے ان پر ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں۔ یہ ایک طویل فہرست ہے کہ جہاں جہاں اسلام غلام اور باندیوں کے بنیادی انسانی حقوق سلب کر رہا ہے۔

مسلم دعویٰ: باندی کا مکاتبت کے ذریعے آزاد نہ ہونا دلیل ہے کہ مسلمان مالک باندی کی مرضی سے ہی اس سے سیکس کرتا ہے

یہ احمقانہ ، بلکہ انتہائی احمقانہ استدلال ہے۔

پہلی وجہ:اسلام میں مالک کی مرضی ہے کہ وہ مکاتبت کرتا ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں ہم تفصیل سے اوپر لکھ چکے ہیں (لنک)۔

دوسری وجہ: باندی تو ایک طرف رہی عام غلام تک مکاتتبت کا پیسہ ادا کرنے کا سوچ تک نہیں سکتا تھا۔ حتیٰ کہ ہنرمند ترین غلام تک بمشکل ہی مکاتبت کا پیسہ ادا کر پاتے تھے۔ بلکہ جناب عمر ابن خطاب کا قتل ہوا ہی اسی وجہ سے تھا کہ مکاتبت کی رقم اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ غلام اسے ادا ہی نہیں کر پاتے تھے۔ ابو لولو فیروز انتہائی ہنرمند شخص تھا اور اسی ہنرمندی کی وجہ سے اسے مدینے میں رہنے دیا گیا۔ مگر اپنے ہنر کے باوجود نہ تو وہ پیسہ ادا کر پایا، اور نہ ہی عمر ابن خطاب نے مکاتبت کا پیسہ کم کیا۔ آخری نتیجہ خودکش حملے کی صورت میں نکلا کہ جہاں ابولولو فیروز کو پتا تھا کہ مسجد میں سب کے سامنے عمر ابن خطاب کو قتل کر کے وہ بچ نہیں

پائے گا، مگر وہ مکاتبت کی رقم ادا کرتے کرتے اتنا زچ ہو چکا تھا کہ اپنے قتل کی پرواہ کیے بغیر اس نے عمر ابن خطاب کا قتل کر ڈالا (لنک)۔

تیسری وجہ: مسلم جہادی قید میں آنے والی عورتوں کا ریپ پہلی رات کو ہی شروع کر دیتے تھے، اور اگر وہ مکاتبت کے لیے تیار بھی ہو جاتے تھے، تب بھی وہ اس پورے عرصے تک ان عورتوں کا ریپ کرتے رہتے جبتک کہ وہ مکاتبت کا پیسہ ادا کر کے مکمل آزاد نہ ہو جاتیں۔

مثلاً بریرہ نامی باندی نے مکاتبت کی تو اسے 9 سال تک محنت مزدوری کر کے مالک کو پیسہ ادا کرنا تھا۔

صحیح بخاری، حدیث 2563:

> عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ بریرہ رضی اللہ عنہا آئیں اور کہا کہ میں نے اپنے مالکوں سے نو اوقیہ چاندی پر مکاتبت کا معاملہ کیا ہے ۔ ہر سال ایک اوقیہ مجھے ادا کرنا پڑے گا (یعنی 9 سال میں جا کر مکاتبت کی رقم ادا ہو گی)۔

چوتھی وجہ: مسلمان جہادی بے چاری چھوٹی بچیوں تک کو نہیں بخشتے تھے، اور پہلی رات ہی ان کا ریپ بھی شروع کر دیتے تھے۔ اب بے چاری یہ چھوٹی بچیاں کہاں کوئی ہنر جانتی ہیں کہ پیسہ کما کما کر مالک کو دے کر خود کو آزاد کروائیں؟ یہاں (لنک) پڑھیے کہ کیسے اسلام چھوٹی بچیوں کا پہلی رات ہی ریپ حلال اللہ بناتا ہے۔ اور یہاں (لنک) پڑھیے کہ کیسے علی نے پہلی رات کو ہی ایک قیدی بچی کا ریپ کیا، اور علماء کے نزدیک چھوٹی بچیوں کا یوں بغیر استبراء کے ریپ کرنا صحابہ کا معمول تھا۔

پانچویں وجہ: مالک نہ صرف خود باندی کا ریپ کر سکتا تھا بلکہ وہ باندی کو جس کے حوالے کر دے، وہ بھی باندی کا ریپ اس کی مرضی کے بغیر کر سکتا تھا۔ بلکہ یہ سلسلہ تو وہاں تک پہنچتا ہے کہ مالک نے اگر کسی باندی کو اپنے غلام کے حوالے کر دیا، مگر بعد میں پھر سے مالک کی نیت اس باندی پر خراب ہو گئی، تو وہ غلام اور باندی کے خاندان کو تباہ وہ برباد کرتے ہوئے باندی کو دوبارہ سے اپنے غلام سے چھین سکتا ہے، اور باندی کی مرضی کے

بغیر اس کا ریپ شروع کر سکتا ہے۔ تفصیل یہاں پر بیان کی جا چکی ہے (لنک)۔

چھٹی وجہ: بیویوں کا سیکس کے لیے تبادلہ نہیں کیا جا سکتا، مگر باندیوں کا سیکس کے لیےتبادلہ بھی درست ہے۔ تفصیلات اوپر گذر چکی ہیں (لنک)۔

ساتویں وجہ: اور تو اور، اسلام میں چونکہ باندی اور غلام کی گواہی اسلامی عدالت میں قابل قبول ہی نہیں، اس لیے محمد صاحب کی ریاستِ مدینہ میں لوگ اپنی باندیوں کو بدکاری کے لیے مجبور کر کے پیسہ کماتے تھے، اور باندیوں کی شکایت کے باوجود محمد صاحب ان مالکوں کو کوئی سزا دینے سے قاصر تھے۔ زیادہ سے زیادہ قرآن نے یہ یہ recommendation کر دی کہ مالک اپنی باندیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کیا کریں۔ تفصیلات اوپر گذر چکی ہیں (لنک)۔

اس لیے مکاتبت کا بہانہ کر کے قیدی عورتوں اور باندیوں کا ریپ ان کا consent قرار دینا اسلام عذر خواہوں کے دھوکے اور فریب کے سوا اور کچھ نہیں۔ مذہبی برین واشنگ کے نتیجے میں ان میں انسانیت کی ایک رمق تک موجود نہیں رہی ہے۔

ایک بار پھر یہاں پر آپ کو وہ بھیڑیے اور بھیڑ کے بچے کی کہانی یاد کرنی چاہیے کہ جہاں خونی بھیڑیئے کو ہر صورت میں بھیڑ کے بچے کو ہڑپ کرنا تھا، اس لیے وہ دھوکے و فریب پر مبنی بہانے پیش کرتا رہاِ ، اور آخر میں یہ کہہ کر بھیڑ کے بچے کو کھا گیا کہ پچھلے سال اس کی ماں نے اس کے پینے کا پانی گندا کیا تھا۔

ماڈرن مسلمان عذر خواہوں کا بہانہ: ہم غلاموں اور باندیوں کے متعلق احادیث کو نہیں مانتےکیونکہ وہ قرآن مخالف ہیں

قرآن ایک ضخیم کتاب ہے۔ مگر پورا قرآن اللہ نے اپنی بڑائی اور اپنی تعریفیں کر کر کے بھر دیا، یا پرانے قصے کہانیوں سے، لیکن انسانیت کو جس کی سب سےز یادہ ضرورت تھی (یعنی انسانیت کے متعلق قوانین) تو شرعی قوانین تو قرآن میں 1% بھی موجود نہیں۔

چنانچہ شریعت کے بقیہ یہ 99 فیصد احکامات محمد صاحب نے بتائے، اور انہوں نے کبھی اپنے افعال اور احکامات اوراپنی حدیثوں کو قرآن کے مخالف نہیں کہا۔

اس لیے آج جب 1400 سال کے بعد یہ ماڈرن اسلام عذر خواہ دعویٰ کرتے ہیں کہ غلامی کے متعلق یہ تمام حدیثیں، اور فقہی احکامات قرآن کے مخالف ہیں، تو پھر وہ دراصل اپنے نبی پر الزا م لگا رہے ہیں کہ نبی صاحب قرآن کو نہیں سجھتے تھے اور اس لیے نبی کی غلط قرآن فہمی کی وجہ سے غلام اور باندیاں پچھلے 1400 سالوں میں یوں ظلم و ستم کا شکار ہوتے رہے۔

پچھلے 1400 سالوں میں آنے والے "جمیع" اربوں مسلمانوں نے کبھی ان احادیثِ نبوی کو قرآن کے مخالف نہیں جانا، بلکہ انہیں حجت تسلیم کیا کیونکہ یہ نبی صاحب کی قرآنی فہمی تھی، جو کہ صحابہ نے نبی سے سیکھی تھی ،اور ان سے تابعین اور تبع تابعین (امام ابو حنیفہ اور امام مالک وغیرہ) نے سیکھی، اور تبع تابعین سے پھر بعد میں آنے والے محدثین و فقہاء نے سیکھی اور اسے نبی کی قرآن فہمی کی وجہ سے حجت تسلیم کیا۔

اور غلاموں اور باندیوں کے متعلق یہ احکامات تو صحیح حدیث یا فقہ تک محدود ہی نہ رہے، بلکہ ان پر تو نبی صاحب کے زمانے سے ہی اتنے بڑے پیمانے پر عمل ہوا کہ جسے "تمام صحابہ اورتابعین اور تبع تابعین کی کمیونٹی کا متواتر طرز عمل" کہا جائے گا کہ جس سے اختلاف ہی نہیں کیا جا سکتا،کیونکہ یہ حدیثِ متواتر کے درجے پر ہے اور رسول کے زمانے سے ہی صحابہ اس پر تواتر سے عمل کرتے رہے۔

چنانچہ آج 1400 سالوں کے ان چند مسلمان عذر خواہوں کی حیثیت ہی کیا ہے کہ وہ رسول کے زمانے سے ہونے والے صحابہ و تابعین و تبع تابعین کے اس متواتر طرز عمل کو قرآن مخالف قرار دیں؟

فائنل نتیجہ یہ تھا کہ اسلام کی 1400 سالہ تاریخ میں غلاموں اور باندیوں پر وہ تمام کا تمام ظلم جاری رہا جو کہ حدیث اور فقہ میں موجود ہے:

• چاہے وہ جنگ کی پہلی رات چھوٹی کنواری بچیوں کا ریپ ہو، یا پھر دیگر قیدی خواتین کا بغیر دخول (penetration) کے تمام سیکس سروسز مہیا کرنے پر مجبور کیا جانا، جبکہ اسی دن انہیں مسلمان جہادیوں نے ان کے باپ، بھائی، بیٹے اور شوہرقتل کیے ہوتے تھے۔

• چاہے وہ باندی کے ساتھ شیعہ متعہ کی طرح کے عارضی جنسی تعلق کے بعد دل بھر جانے پر آگے کسی بھائی کو ہبہ کرنا یا کسی غلام کے حوالے کرنا ہو، اور جب سب اپنی جنسی ہوس پوری کر چکے ہوں تو پھر آگے دوسرے اور پھر تیسرے مالک کو ریپ کے لیے بیچنا ہو۔

• چاہے وہ باندیوں کے سروں سے حجاب کھینچ لینا ہو۔ چاہے وہ باندیوں کو ننگے سینوں کے ساتھ پبلک میں گھومنے پر مجبور کرنا ہو۔ چاہے انہیں اسی ننگی حالت میں نیلامی کے بازاروں میں کھڑا کرنا ہو جہاں مسلمان مرد ان کے ننگے جسموں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ٹٹول ٹٹول کر چیک بھی کرتے ہوں۔

• چاہے وہ مالکوں کا ان کو بدکاری پر مجبور کرنا ہو، چاہے وہ ان سے ان کے 6 ماہ کے دودھ پیتے بچے اور بچی کو غلامی کے بازار میں بیچ دینا ہو،

• چاہے وہ مالک کا غلام کی بیوی کو اس سے چھین کر اس کا ریپ شروع کر دینا ہو، اور یوں غلام کے پورے خاندان کو تباہ کر دینا ہو۔

• چاہے وہ ان کی گواہیوں کا انکار ہو، اور وہ کسی صورت اپنے مالک کے ظلم کے خلاف عدالت ہی نہ جا سکتے ہوں۔

• چاہے وہ بھاگ جانے پر انکا ذبح کر دیا جانا ہو۔

• چاہے وہ پیدائشی غلامی کی لعنت ہو۔

سوال: اسلامی ریاستوں میں پچھلے 1400 سالوں میں غلاموں اور باندیوں پر جو یہ سارا ظلم و ستم ہوتا رہا، اس کا ذمہ دار کون نکلتا ہے؟

ہم بتاتے ہیں کہ اس کا ذمہ دار کون نکلتا ہے۔

اس کا ذمہ دار فقط اور فقط مسلمانوں کا اللہ نکلتا ہے۔

اللہ کو اتنی سی توفیق نہ ہو سکی کہ وہ ڈھنگ سے قرآن میں شریعت کے قوانین نازل کر پاتا۔

اور اللہ کے اس غلط طریقے اور غیر دانشمندی کی وجہ سے قرآن جیس صخیم کتاب فقط اس کی تعریفوں اور بڑائی کے دعوؤں سے بھر گئی، **مگر اس کی وجہ سے قرآن اتنی مہمل کتاب بن گئی کہ پچھلے 1400 سالوں کے جمیع مسلمان گمراہ ہو گئے اور وہ 1400 سالوں تک غلاموں اور باندیوں پر ظلم کے یہ پہاڑ توڑتے رہے۔**

آج کے ماڈرن مسلمان عذر خواہوں کو حدیث نہیں ماننی تو نہ مانیں۔آج انہیں فقہ نہیں ماننی تو نہ مانیں۔ مگر اس سے فرق کیا پڑتا ہے؟ اس سے پچھلے 1400 سالوں میں غلاموں اور باندیوں پر ٹوٹنے والے مظالم تو ختم نہیں ہو جاتے۔

مگر اللہ کو پھر بھی ان پچھلے 1400 سالوں میں غلاموں اور باندیوں پر ہونے والے تمام مظالم کا ذمہ دار ماننا پڑے گا۔

اور جو ہستی اتنی سی بھی اوقات اور توفیق نہ رکھے کہ دانائی کے ساتھ انسانیت کے لیے قوانین نازل کر سکے، اور جس کے غیر دانشمندانہ طریقے سے شریعت نازل کرنے کی وجہ سے 1400 سالوں میں آنے والے لاکھوں کڑوڑوں غلام اور قیدی عورتیں ظلم کے پہاڑڈھوتے رہے، تو ایسی ہستی کسی صورت بھی خدا ہونے کے قابل نہیں ہو سکتی۔

اگر آسان الفاظ میں سچائی بیان کی جائے تو وہ یہ ہے کہ آسمان پر کوئی اللہ وغیرہ موجود نہیں ہے، بلکہ محمد صاحب یہ وحی وغیرہ خود اپنی طرف سے بنا رہے تھے۔ اس لیے ہمیں وحی میں آسمانی رنگ کی بجائے انسانی غلطیوں کا رنگ نظر آتا ہے، جس کی وجہ سے پچھلے 1400 سالوں میں اسلامی ریاست میں آنے والے لاکھوں کڑوڑوں غلام اور باندیاں اس ظلم کا شکار ہوتے رہے۔

مسلم عذر خواہ:بائیبل(Old Testament) میں عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر دیا گیاتو پھر جنگی قیدی عورتوں کے ساتھ انکا سلوک اسلام سے بہتر کیسے؟

یہودیوں اور عیسائیوں کے مطابق یہ استثنائی صورتحال تھی اور یہ قتل عام صرف چند جنگوں تک محدود تھا جہاں ان کے خدا نے ان کے نبیوں کو براہ راست یہ قتل عام کرنے کا حکم دیا تھا (لنک)۔ جبکہ عام جنگوں میں عورتوں اور بچوں کا قتل نہیں ہے، بلکہ وہاں پر وہ احکامات ہیں کہ جہاں قیدی عورت کافوری ریپ نہیں کرنا ہے، بلکہ اسے ایک مہینے کا وقت دینا ہے کہ وہ اپنے پیاروں کا غم منا سکے، اور پھر اس سے شادی کرنی ہے، جس کے بعد اس کی حیثیت آزاد بیوی جیسی ہے کہ جسے ریپ کر کے اسلامی شریعت کی طرح آگے نہیں بیچا جا سکتا ہے۔

نیز ہم یہودیوں اور عیسائیوں اور انکے ڈھائے گئے مظالم کا دفاع کرنے والے نہیں ہیں، بلکہ ہم تو انہیں بھی انسانیت کا ایسے ہی دشمن اور مجرم گردانتے ہیں جیسا کہ اسلام کو انسانیت کا دشمن اور مجرم گردانتے ہیں۔ وہ بھی آپ مسلمانوں کی طرح ہی اہل مذہب ہیں، اور اپنے خدا کے نام پر انسانیت پر مظالم کی پہاڑ ایسے ہی توڑتے رہے ہیں جسے کہ آپ توڑتے رہے ہیں۔ اور آپ مسلمانوں کا اور انکا اللہ ایک ہی تو ہے ۔ **آپ کا اللہ جس طرح عذاب کے نام پر چند کافر قوم کی معصوم عورتوں اور چھوٹے معصوم بچوں کو عذاب میں قتل کر ڈالتا ہے**، اسی طرح ان کا خدا بھی چند کافر قوموں کی عورتوں اور بچوں کو قتل کروا ڈالتا ہے۔ تو پھر آپ میں اور ان میں فرق کیا ہے؟

نیز آپ نے ان معصوم عورتوں اور بچوں سے کونسا انصاف کر لیا ہے جو یہود و نصاریٰ کے مقابلے میں اتنی ڈینگیں مار رہے ہیں؟ **کیا ان بے گناہ عورتوں اور معصوم چھوٹے بچوں کو پکڑ کر زندگی بھر کے لیے غلام اور باندیاں بنا لینا اور پھر پوری زندگی ان کا ریپ کرتے رہنا کسی صورت بھی "انصاف"ہے؟** اور کیا یہ قتل اور ریپ سے کسی صورت کم درجے کا جرم ہے؟ **اور تو اور آپ**

کے اسلام نے تو ان عورتوں اور چھوٹے بچوں کی آئندہ آنی والی نسلوں تک کو "پیدائشی غلامی" کے نام پر غلامی اور ریپ کی زنجیروں میں جکڑ ڈالا۔

مسئلہ یہ ہے کہ **آپ کو دوسرے کی آنکھ میں موجود تنکا تو نظر آتا ہے، مگر اپنے گریبان میں موجود غلاظت کے ڈھیر نظر نہیں آتے۔**

اگر غلامی کا خاتمہ ممکن نہ تھا، تو کم از کم اسلام انہیں یہ 'بنیادی انسانی حقوق' ہی دے دیتا

مسئلہ صرف یہ نہیں کہ محمد صاحب نے غلامی کا مکمل خاتمہ کیوں نہ کیا، بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ جن مظلوم انسانوں کو غلام بنایا گیا، اُنہیں **بنیادی انسانی حقوق** سے کیوں محروم رکھا گیا؟

اسلامی مؤرخین کا آخری بہانہ یہی ہوتا ہے کہ مسلسل جنگوں کی وجہ سے غلامی کا مکمل خاتمہ ممکن نہیں تھا۔ مگر ہم یہ پوچھتے ہیں:

- **کیا ان مظلوم انسانوں کو انسان سمجھنا بھی ممکن نہ تھا؟**
- **کیا اُنہیں انصاف دینا، عزت دینا، اور ظلم سے بچانا بھی "ناممکن" تھا؟**

چلیے مان لیتے ہیں کہ اس وقت غلامی ایک عالمی نظام تھا، مگر پھر بھی محمد صاحب کو غلاموں کو "بنیادی انسانی حقوق" فراہم کرنے میں کون سا مسئلہ تھا؟

آئیے، ان بنیادی انسانی حقوق کا ایک جائزہ لیں، جن سے محمد صاحب نے غلاموں کو محروم کر ڈالا۔

1. پیغمبر اسلام یہ حکم دے دیتے کہ کنیز باندیوں کے جو ایک مرتبہ سیکس بالجبر کرے گا، تو وہ عارضی جنسی تعلق کے بعد انہیں آگے نہیں بیچ سکتا۔ کسی صحابی نے پیغمبر اسلام کے اس حکم کی مخالفت نہیں کرنی تھی کیونکہ یہود و نصاری میں یہ احکام پہلے

سے موجود تھے جہاں ایک مرتبہ کنیز باندی سے سیکس بالجبر کے بعد اس کنیز باندی کی حیثیت بیوی کی طرح کی ہو جاتی تھی اور اسے آگے نہیں بیچا جا سکتا تھا۔ مسلمان مستقل طور پر یہودیوں اور عیسائیوں کے اس مذہب معاشرے کا مطالعہ کرتے تھے کیونکہ یہ مسلمانوں کے آس پاس آباد تھے۔

مگر نہیں، پیغمبر اسلام تو یہ تک نہیں کر سکے۔ وجہ یہ نہیں تھی کہ اسکے پاس طاقت نہیں تھی۔ بلکہ وجہ یہ تھی کہ پیغمبر اسلام کی 'نیت' نہیں تھی۔

مشہور محاورہ ہے کہ "جہاں چاہ، وہاں راہ"۔ اس لیے یہود ہو نصاری نے یہ راہ اسلام سے ہزاروں سال پہلے ڈھونڈ لی، مگر محمد صاحب کو یہ راہ مل کر نہیں دی حالانکہ یہودی ان کے ساتھ بستے تھے۔

2.محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ قیدی بچیوں اور عورتوں کو مسلم جہادی پہلی رات ہی ریپ اور سیکس سروس کا نشانہ نہ بنائیں کیونکہ دن میں انہوں نے ان معصوم بچیوں اور عورتوں کے باپ، بھائی، شوہروں اور بیٹوں کا قتل کیا ہوتا تھا۔ اگر محمد صاحب یہ حکم دے دیتے تو اس سے اسلامی ریاست کی معیشت نے تباہ نہیں ہو جانا تھا۔

مگر نہیں، محمد صاحب نے تو پہلی رات کو ہی تمام بچیوں اور عورتوں کو جہادیوں میں تقسیم کر دیا، اور اس کے بعد جہادی آزاد ہیں کہ رات کو وہ وحشی درندے بن کر رات کو ان بچیوں اور رسیوں میں جکڑی قیدی عورتوں سے اپنے خیموں میں خلوت و تنہائی میں جو چاہے سلوک کریں۔

3.پیغمبر اسلام چاہتے تو کنیز باندیوں کو وہ آزاد مسلم عورتوں کی طرح حجاب کرنے کی اجازت دے سکتے تھے۔ کیا صحابہ نے اس پر بغاوت کر دینی تھی یا کیا اس سے اسلامی ریاست کی معیشت کا پٹھہ بیٹھ جانا تھا؟ مگر ہوا یہ کہ اسلامی ریاست میں اگر کوئی کنیز

باندی غلطی سے حجاب لے لیتی تھی تو اسلامی شریعت کے مطابق سوٹیاں مار مار کر اسکے سر سے حجاب کھینچ لیا جاتا تھا۔

4.پیغمبر اسلام چاہتے تو وہ حکم دے سکتے تھے کہ کنیز باندیوں کو ننگے پستانوں سینکڑوں مردوں کے درمیان کھڑا کر کے انکی نیلامی نہ کرو۔ وہ کنیز باندیوں کے ستر میں ننگے سینے ڈھانپنے کا حکم جاری کر سکتے تھے اور صحابہ نے اس پر کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔ مگر نہیں، انہوں نے یہ بھی نہیں کیا۔

5.اسی طرح وہ غلاموں کو حق دے سکتے تھے کہ انکی گواہی عدالت میں قابل قبول ہے۔ اس پر بھی صحابہ نے کوئی بغاوت نہیں کرنی تھی۔ مگر نہیں، محمد صاحب نے تو انہیں اتنا مجبور بنا دیا کہ اگر مالک ان سے بدکاری بھی کرواتے تھے تو بے چاری باندیاں اپنے مالک کو عدالت میں لے جا کر سزا تک نہیں دلوا سکتی تھیں۔

6.وہ غلاموں کو حق دے سکتے تھے کہ انکا مالک انہیں قتل کر تا ہے تو جواب میں وہ بھی قتل کیا جائے گا۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے شریعت دی تو یہ دی کہ اگر مالک اپنے غلام کو قتل کر ڈالے تو مالک پر کوئی قصاص نہیں اور نہ ہی کوئی دیت ہے۔

7.پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ غلاموں کو خود سے اپنی شادی کرنے کی اجازت ہے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے حکم دیا جو غلام خود سے نکاح کرے، اس نے زنا کیا، اور اس پر اسے کوڑوں کی سزا ہے۔

8.پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ غلاموں کے پیدا ہونے والے بچے پیدائشی آزاد ہوں گے۔ مگر نہیں، پیغمبر اسلام نے الٹا حکم دیا کہ غلاموں کے بچے بھی پیدائشی غلام ہوں گے۔

9.محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ جنگوں میں پکڑے جانے والے چھوٹے بچے آزاد ہوں گے۔ مگر نہیں محمد صاحب نے تو ان معصوم چھوٹے بچوں کو بھی زندگی بھر کے لیے غلام بنا لیا۔

10.محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ باندی ماوؤں اور قیدی ماوؤں سے ان کے بچے چھین کر بازار میں فروخت نہیں کیے جائیں گے۔ اس سے بڑھ کر انسانیت پر اور ظلم کیا ہو سکتا ہے کہ ایک ماں سے اس کے بچے کو چھین کر بازار میں بیچ ڈالا جائے؟

11.محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ غلام اور باندی کی شادی ہو جائے، تو پھر مالک دوبارہ سے باندی کو چھین کر اس کا ریپ شروع نہ کر دے۔ مگر نہیں، محمد صاحب نے تو غلام کی بیوی اور خاندان کو مالک کی شہوت کے لیے قربان کر ڈالا۔

12.محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ غلام اور کنیزیں اپنے مال اور جاگیر رکھنے کا حق رکھتے ہیں۔ مگر نہیں، انہوں نے غلاموں کو اس حق سے محروم کر دیا۔

13.محمد صاحب حکم دے سکتے تھے کہ مالک کو اپنی باندی سے پیدا ہونے والے بچے کے نسب کا انکار کرنے کی اجازت نہیں۔ کیا اس سے اسلامی ریاست کا معاشی نظام واقعی تباہ ہو جاتا؟

14.پیغمبر اسلام حکم دے سکتے تھے کہ کسی کو پرائیویٹ غلام رکھنے کی اجازت نہیں، بلکہ تمام غلام "ریاست" کی ملکیت ہوں گے۔ (یاد رہے کہ اسلام سے سینکڑوں سال پہلے کفار معاشروں نے یہ اصلاحات کی تھیں کہ غلاموں کو فقط ریاست کی ملکیت قرار دے دیا تھا۔ مثلاً ڈریکو کے آئین (621 BC) میں غلاموں کو ریاست کی ملکیت قرار دیا گیا۔ سوائے ریاست کے اب انہیں کوئی اور موت کی سزا نہ دے سکتا تھا۔ حوالہ کے۔ایس۔لال۔ آنلائن لنک)۔

15.محمد صاحب یہ حکم دے سکتے تھے کہ جنگ کے بعد مخالفین کے قیدیوں کو ذبح نہ کیا جائے۔ مگر محمد صاحب نے تو اس کا الٹ کیا اور حکم دیا کہ مخالفین کے بوڑھے قیدیوں کو غلام تک نہ بناؤ، بلکہ انہیں ذبح کر ڈالو۔ اگر اسلامی ریاست میں کچھ بوڑھے غلام ہوتے، تو کیا اس سے واقعی اسلامی ریاست کی پوری معیشت تباہ ہو جاتی؟

قیدیوں، خصوصا بوڑھے قیدیوں اور 12 سالہ قیدی بچوں کو قتل کروانا وہ ظلم ہے کہ جہاں دیگر بہت سی اقوام اسلام سے کوسوں پیچھے ہیں۔
16.محمد صاحب کم از کم غلامی کے بازاروں کا تو خاتمہ کر سکتے تھے کہ جہاں بے چاری باندی عورتیں نہ صرف کہ نیم برہنہ ہوتی تھیں، بلکہ خریدار مرد ان کے پرائیویٹ نسوانی اعضاء کو بھی ٹٹول ٹٹول کر چیک کر رہے ہوتے تھے۔
اگر اشوکا اسلام سے 1000 سال قبل ہی غلامی کے بازاروں کا خاتمہ کر سکتا تھا، تو پھر محمد صاحب یا پھر بعد میں آنے والے عمر ابن خطاب اور دیگر طاقتورمسلمان حکمران اور خلافتیں غلامی کے ان بازاروں کا خاتمہ کیوں نہیں کرتے ہیں؟
بلکہ اس کا الٹ ہوا۔ ان طاقتور اسلامی حکمرانوں اور حکومتوں نے تو غلامی کے بازاروں کو چار چاند لگا دیے۔
17.محمد صاحب کم از کم غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ ہی غلاموں کی "تجارت" پر ہی پابندی لگا دیتے۔ مگر محمد صاحب نے تو خود یہودی قیدی خواتین کو (جو کہ اللہ پر ایمان رکھتی تھیں) کفار کے ہاتھوں بیچ ڈالا تاکہ یہ کفار ان اللہ پر ایمان رکھنے والی خواتین کا ریپ کر سکیں۔

تاریخ طبری، جلد دوم، غزوہ بنو قریظہ کے واقعات:
اس کے بعد سعد بن زید کو رسول اللہ نے بنو قریظہ کی یہودی قیدی عورتوں دے کر نجد بھیجا تاکہ وہ ان کو بیچ کر اس کی قیمت سے گھوڑے اور اسلحہ خرید لائیں۔ ان کی عورتوں میں سے رسول اللہ نے ریحانہ بنت عمرو کو خود اپنے لیے انتخاب فرمایا۔ یہ آپ کی وفات تک آپ کے پاس رہیں۔

مسلم ریاستوں میں غلامی کے بازار اپنے وقت میں پوری دنیا میں

اپنی چکاچوند کے لیے مشہور تھے، اور مسلمان عوام اور مسلمان حکومتوں، دونوں کے لیے کمائی کا بہت بڑا سورس تھے۔مگر غلامی سے کمائی کا سورس تو زیادہ بڑا فتنہ تھا بہ نسبت دیگر چوری اور ڈکیتی جیسے جرائم سے کمائی جانے والی دولت کے۔

کہا جاتا ہے کہ ... جہاں چاہ، وہاں راہ۔

اگر محمد صاحب کا مشن واقعی "رحمت للعالمین" ہونا تھا، تو وہ کم از کم ان بنیادی انسانی اصولوں کی تعلیم تو دے سکتے تھے — جنہیں دنیا کے کئی دیگر مذاہب، تہذیبیں اور بادشاہ ان سے صدیوں پہلے اپنا چکے تھے۔

کیا یہ سب اخلاقی اصلاحات اتنی بڑی تھیں کہ صحابہ بغاوت کر دیتے؟ کیا ریاست کا نظام ٹوٹ جاتا؟ **نہیں۔ اصل وجہ یہ نہیں تھی کہ محمد صاحب کے پاس طاقت نہیں تھی، بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ اُن کے ارادے میں ہی یہ "رحمت" شامل نہیں تھی۔** بلکہ وہ تو خود غلامی کے ادارے کو معیشت کے لیے بطور سورس آف انکم اور دیگر غیر انسانی فوائد کے لیے استعمال کرنا چاہتے تھے۔

پیغام بس اتنا ہی ہے کہ اپنے اندر اٹھتی انسانیت کی چیخوں کی آوازوں کو سنیے۔ فقط ناموسِ مذہب کی خاطر انکا گلا نہ گھونٹیے۔

نوٹ:

ماڈرن دنیا نے جنگوں کے باوجود غلامی کا مکمل خاتمہ کر کے دکھایا۔ اور پرانے زمانے میں بدھسٹ حکومتوں نے تیرھویں صدی میں غلامی کے نظام کو "مضارعت کے نظام Serfdom" سے تبدیل کر کے غلامی کا بہت حد تک خاتمہ کر ڈالا تھا۔ اور بدھسٹ اشوکا اعظم نے اسلام کی آمد سے 800 سال قبل ہی انڈیا میں غلامی کی تجارت اور بازاروں کو ختم کر ڈالا تھا جس میں محمد مکمل طور پر ناکام رہے۔ بلکہ ناکامی تو وہاں ہوتی ہے جہاں کسی کام کے کرنے کی کوئی نیت ہوتی ہے۔ محمد صاحب نے تو کبھی بھی غلامی کی تجارت اور بازاروں کو ختم کرنے کی نیت ہی نہیں دکھائی، بلکہ وہ تو خود قیدی عورتوں کو کفار کے علاقوں میں تجارت کی غرض سے بیچا کرتے تھے۔

پیغام:

یاد رکھیں کہ آسمانی اللہ کا نظام 100٪ پرفیکٹ اور انصاف پر مبنی ہونا چاہیے۔ اگر اللہ آپ کو ایک جگہ بھی انسانیت کے ساتھ ناانصافی کرتا نظر آ جاتا ہے، تو پھر پورے کے پورے 100٪ اسلام کی عمارت دھڑام سے گر جاتی ہے۔ ایسی کسی بھی اللہ نامی شے کو خدا تسلیم نہیں کیا جاتا جو کسی ایک مسئلے میں بھی ناانصافی، ظلم اور نااہلی دکھاتا ہے۔ جبکہ مسلمانوں کا اللہ تو ان لاکھوں کڑوڑوں باندیوں پر پچھلے 1400 سالوں سے جاری اس ظلم اور ناانصافی کا قصوروار ہے۔

شروع میں ہی آپ سے یہ سوال پوچھا گیا تھا کہ دین کی ناموس کی خاطر کہیں آپ اس فریاد کرتی انسانیت کا ہاتھ تو نہیں جھٹک دیں گے؟

یہ آپ کے اندرجاری انسانیت اور مذہب کی جنگ ہے

ایسے بھی لوگ ہیں کہ جنہوں نے اس جنگ میں اپنے اندر کی انسانیت کا گلا گھونٹ کر اسے موت کے گھاٹ اتار ڈالا

... مگر آپ ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیے گا،

بلکہ سسکتی ہوئی اس انسانیت کو گلے لگا لیجئے گا،

اس لڑکھڑاتی انسانیت کا ہاتھ تھام کر اسے سہارا دیجئے گا،

اور پھر اپنے آنسوؤں سے اس کے زخموں کو دھو ڈالیے گا